

ششمائی لجنة اماء اللہ

سو سٹر رلینڈ

حکم شاہ

اپریل 2020، شمارہ 18

لجنہ اماء اللہ سو سٹر رلینڈ کا تعلیمی، تربیتی اور دینی ششمائی مجلہ

(خصوصی شمارہ)

صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شاہ مُحَمَّد

بھیج درود اس محسن پر تودن میں سوسوار

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِيْمِ وَعَلٰی عَنْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمُوعُودِ
خدا کے نصلی اور رحم کے ساتھ
هوالناصر



اے۔ ایں: ۴۴۷۸

تاریخ: ۲۰.۱۱.۱۹

مکرمہ صدر لجنہ امام اللہ سوئزر لینڈ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کی طرف سے ”عائشہ“ میگزین اکتوبر 2019 شمارہ نمر 17 موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

شماہی مجلہ نماز کی اہمیت اور برکات کے متعلق ہے۔ جس میں نماز کے متعلق مضامین کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت بے سب لجنه و ناصرات مستقید ہوں اور پنج وقتہ نماز کی پابندی سے ادا گئی کرنے والی بھیں۔ آمین اللہ تعالیٰ اشاعت ٹیم کی کاؤشوں میں برکت دے۔ آمین

والسلام

خاکسار
دعا مسکونہ

خلیفة المسيح الخامس

اداریہ

شوکت کوکھر

عنطفا شیفی

زیر گرفنی

مکرمہ ڈاکٹر زیتون قاضی صاحب،
نیشنل صدر لجئہ امام اللہ سوئزر لینڈ

مدیرہ جر من حصہ

مکرمہ عائشہ احمد محمود صاحب

مدیرہ اردو حصہ

مکرمہ شوکت کوکھر صاحب

کتابت اور ڈیزائن

عزیزہ عدیلہ ظفر اللہ

ٹانپنگ

مکرمہ رویلہ خواجہ صاحب

پروف ریڈنگ اردو حصہ

مکرمہ شوکت کوکھر صاحب

مکرمہ قدسیہ میال صاحبہ

پروف ریڈنگ جر من حصہ

مکرمہ یانین خان صاحبہ

مکرمہ مدیحہ خالد محمد

فائل پروف ریڈنگ

مکرم عبد الوہاب طیب صاحب،

مرتب سلسلہ عالیہ جماعت احمد یہ سوئزر لینڈ

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ﷺ کی دنیا میں آنے کی پیشگوئی ہر نبی نے کی اور آپ ﷺ کی امت میں ہونے کی خواہش بھی ہر نبی نے کی۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ زیر نظر اداریہ میں آنحضرت ﷺ کی عالمی زندگی کے چند پہلوؤں کا ذکر کیا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کے جو کام کرتے تھے ان کا نقشہ حضرت عائشہؓ نے اس طرح کھینچا ہے کہ حضور ﷺ اپنی جو تھی خود مرمت فرمایا کرتے تھے اور اپنا کپڑا اسی لیا کرتے تھے۔

(مندرجہ حدیث نمبر 33756)

گھر میں کام کا ج کے ساتھ اپنی ازواج کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شامل ہوتے اور اسے کبھی وقت کا ضیاع نہ سمجھتے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میں بیاہ کر آئی تو میں حضور ﷺ کے گھر میں بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں اور میری سہیلیاں بھی تھیں، جو میرے ساتھ مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے (اور ہم ہکیل رہی ہوتیں) تو میری سہیلیاں حضور ﷺ کو دیکھ کر ادھر ادھر کھسک جاتیں لیکن حضور ﷺ ان سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آتے اور پھر وہ میرے ساتھ مل کر کھلیتی رہتیں۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الانبساط اہل الناس حدیث نمبر 5665)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ غزوہ عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کے پیچے اوٹھنی پر حضرت صفیہؓ پیٹھی ہوئی تھیں۔ اوٹھنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہ حضور ﷺ کو سہارا دینے کے لئے لپکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا علیک المرأة پہلے عورتوں کا خیال کرو۔ ابو طلحہ یہ سن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا۔ حضور ﷺ اور حضرت صفیہؓ اس پر سوار ہو گئے۔ (بخاری کتاب البجاد حدیث نمبر 2856)

ایک سفر میں آپ ﷺ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں کہ حدی خواں انجشہ نامی نے اونٹوں کو تیز ہا نکنا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ فرمائے گئے ”اے انجشہ! تیر اجلا ہو۔ ان نازک شیوں کا خیال رکھنا۔ ان آگبینوں کو ٹھوکرنے لگے۔ یہ شیئے ٹوٹنے پائیں۔ اونٹوں کو آہستہ ہاگو۔“ اس واقعہ کے ایک راوی ابو قلابہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھور رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو شیئے کہا، یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جیئے دیتے ضرور اسے ملامت کرتے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ النبی ﷺ حدیث نمبر 4287)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبیر ایہی ہے

فہرست مضمون

05

قرآن مجید

06

حدیث النبی ﷺ

07

اقتباسات حضرت مسیح موعودؑ

08

خلاصہ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح انماں مس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

10

حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طبیبہ میں صبر و برداشت کے نظارے

11

آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر افضیلت

13

آنحضرت ﷺ کی صحابہ سے محبت اور صحابہ کا عشق رسول ﷺ

15

آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی

17

حضرت محمد ﷺ کا غریبوں اور کمزوروں سے حسن سلوک ہمارے لئے نمونہ

19

محسن انسانیت، ﷺ اور صنف نازک

21

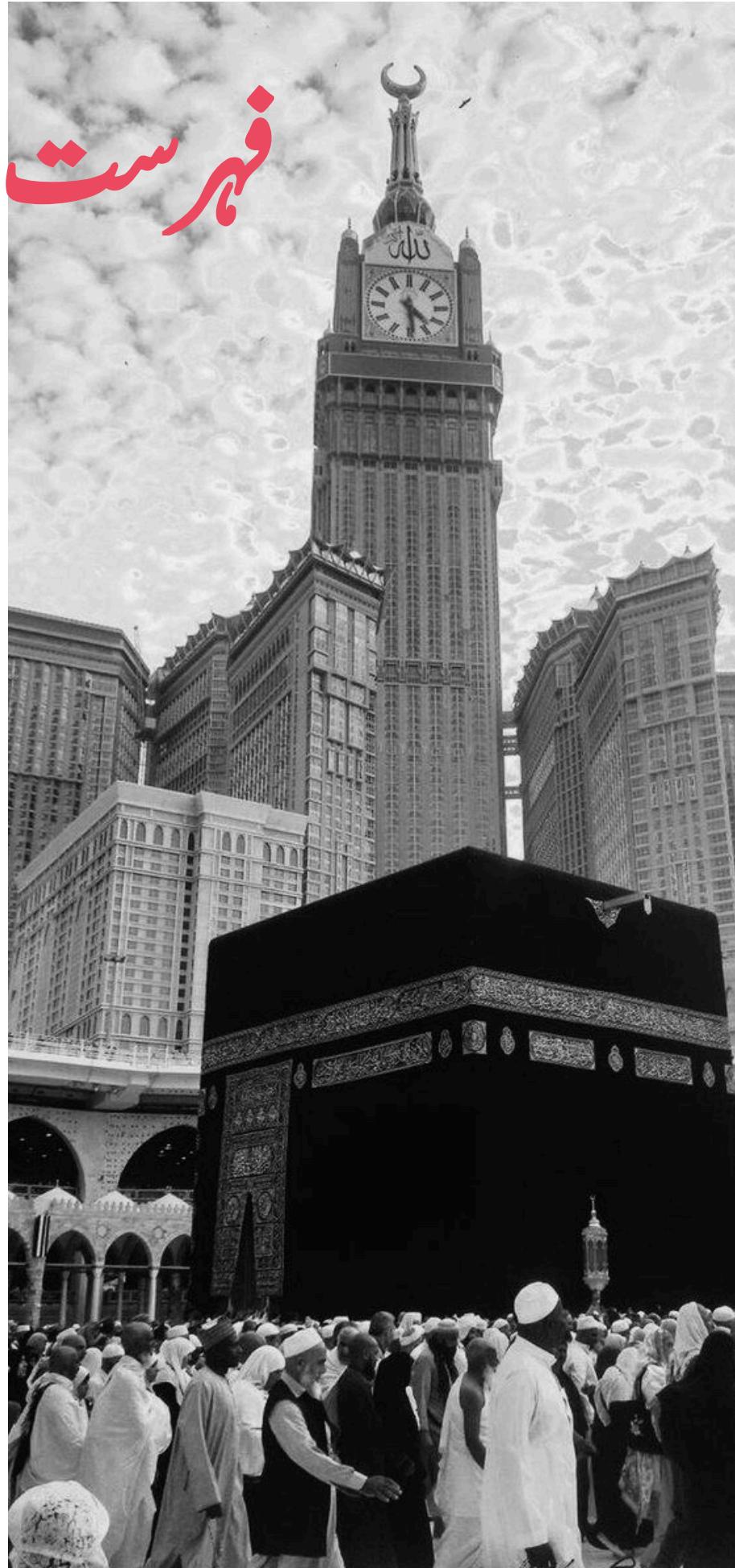
اسلام، حضرت محمد ﷺ اور امن عالم

24

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گھریلو و معاشرتی مسائل کا حل اور ایک جنت نظیر گھر کا قیام

33

ترہیت اولاد میں والدین کا کردار





رَحِيمٌ/رَحْمَةُ لِلْعَالَمِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قرآن کریم میں ہمارے نبی ﷺ کو ایک مرتبہ رحیم (التوبہ: 128) اور ایک مرتبہ رحمۃ للعالمین (الانبیاء: 108) بھی کہا گیا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(سورت التوبہ: 128)

یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بجلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار حم کرنے والا ہے۔

اور سورت الانبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (سورت الانبیاء: 108)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔



حدیث النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ آخری شریعت لانے والے نبی ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۝ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَخْرُ الْأَنْبِيَاٰ وَإِنِّي مَسْجِدٌ هَذَا

آخر المساجد (مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری یہ (مذہب کی) مسجد آخری مسجد ہے۔

تشریف: اس لطیف حدیث میں ہمارے آقا آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہْ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی ایسا مصلح نہیں آ سکتا جو میری نبوت کے دور کو منسوخ کر کے اور میرے مقابل پر کھڑا ہو کر ایک نیا دور شروع کر دے بلکہ اگر کوئی آئے گا تو وہ لازماً میر اتنا لایخ اور میر اشناگر داور میری شریعت کا خادم ہونے کی وجہ سے میری نبوت کے دور کے اندر ہو گانہ کہ اس سے باہر۔



اقتباسات از تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مرزا غلام احمد قادریانی

حضرت محمد ﷺ

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائکت میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرہ اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز از رضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا تم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اس کے تمام ہر رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔۔۔ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدق و مصطفیٰ ﷺ میں پائی جاتی تھی۔“
(آنکہ کمالاتِ اسلام روحاً خزانَ جلد ۵، صفحہ ۱۲۰-۱۲۲، ۲۰۰۸ء)

”میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ﷺ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر تدysi کا نہ اڑ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کا شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس نے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔“
(حقیقتِ الوجی، روحاً خزانَ جلد ۲۲، صفحہ ۱۱۹-۱۱۸، ۱۱۹-۱۱۸، ۲۰۰۸ء)



خلاصہ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مرزا سرور احمد

آنحضرت ﷺ کا حسن سلوک

آنحضرور ﷺ کے صرف نظر فرمانے اور زمی کا سلوک کرنے سے یہ لوگ شرمند ہونے کی بجائے ڈھنائی اور دریدہ دہنی میں بڑھتے چلے گئے۔ 5 ہجری میں غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر آنحضرور ﷺ نے چند دن مریض میں قیام فرمایا۔ یہاں انصاری سان نامی شخص اور مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ کے ایک جاہل غلام ججہاہ کی لڑائی ہو گئی۔ جو بڑھتے بڑھتے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں خانہ جنگی تک پہنچ جاتی۔ لیکن بعض مخلص اور سمجھ دار انصار و مہاجر صحابہ موقع پر پہنچ گئے یوں معاملہ رفع دفع ہوا۔ آنحضرور ﷺ نے جاہلیت کے اس مظاہرے پر سخت سرزنش فرمائی اور آپ ﷺ کی موقع شناسی اور مقناطیسی اثر نے اس فتنے کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ منافقین کے سردار نے اس واقعے کو ہوادے کرنے کی آگ بھڑکانا چاہی اور اس بدجنت نے یہاں تک کہا کہ مدینے جا کر عزت والا شخص یا گروہ، ذات والے شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے نکال دے گا۔ (سورۃ المنافقون) جب آنحضرور ﷺ کو اس معاملے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی

امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 15 نومبر 2019ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ملکوئی ڈیو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ تشهد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بدری صحابہ کے متعلق خطبات کے سلسلے کا گذشتہ خطبہ میں نے جرمنی میں دیا تھا جو حضرت عبد اللہؓ کے باپ عبد اللہ بن ابی بن سلول کے جنگِ احمد سے اپنے ساتھیوں سمیت واپس مدینے لوٹ آنے تک تھا۔ جنگِ احمد کے بعد عبد اللہ بن ابی بن سلول کے رویے، آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو تکالیف اور استہزا کی باوق کی کچھ تفصیل آج بیان کروں گا۔ ان واقعات سے حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ کی اسلام اور آنحضرور ﷺ سے محبت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ حضور انور نے سیرت خاتم النبیین سے رئیس المناقین عبد اللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کی اسلام اور آنحضرور ﷺ کو تکالیف پہنچانے اور استہزا کرنے کی تفصیل بیان فرمائی۔ غزوہ احمدؓ کے بعد مدینے کے یہود اور منافقین کچھ مرعوب ہوئے لیکن

اشنا میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ صفوان بن معطل فوج کے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ دیکھ سکیں کہ کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ جب صفوانؓ کی نظر حضرت عائشہؓ پر پڑی تو انہوں نے زور سے اِنَّ اللَّهُ بِهَا ها۔ جس سے عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی۔ صفوانؓ نے اپنی اوٹنی کو بٹھایا اور حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں۔

مدینے پہنچ کر حضرت عائشہؓ بیمار ہو گئیں اور لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باقی کا چرچا ہونے لگا۔ حضرت عائشہؓ کو اُمّ مُسْطَح کے ذریعے اس تہمت کا علم ہوا تو آپؓ سخت غمگین ہوئیں اور رسول اللہؐ سے اجازت حاصل کر کے اپنے والدین کے گھر تشریف لے آئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ رات میں نے اس طرح کافی کہ نہ میرے آنسو تھے اور نہ مجھے نیند آئی۔

حضرت عائشہؐ نے اس بارے میں قریبی صحابہ سے مشورہ بھی کیا۔ حضرت عائشہؓ کی خادمہ بریرہ سے بھی پوچھا۔ ایک روز حضرت عائشہؓ سے براہ راست بھی دریافت فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میری مثال یوسفؐ کے باپ کی سی ہے کہ جنہوں نے کہا تھا فصیدِ جمیل وَاللَّهُ الْمُسْتَعْنُ عَلَى مَاتَصْفُونَ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود وحی کے ذریعے حضرت عائشہؓ کی بریت ظاہر فرمائی۔ ان تمام تکلیف وہ حرکتوں اور الزمات کے باوجود آپؓ نے رئیس المناقیفین عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ عبد اللہ بن عبد اللہ کی درخواست پر اپنی قمیض بطور کفن کے عطا فرمائی۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت عائشہؐ سے عرض کی کہ آپؓ ابی کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور یہ کہہ کر اس کے جرائم گوانے شروع کر دیے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا عمر ہٹ جاؤ۔ اگر مجھے علم ہو کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے دعائے مغفرت کروں تو وہ بخش جائے تو ضرور میں اس سے بھی زیادہ کروں۔ اس کے بعد سورۃ توبہ کی وہ آیات نازل ہوئیں کہ جن میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کی قبر پر کھڑا ہونے سے مناہی کے احکامات نازل ہوئے۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضور انور ایڈہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چار مرحویں کا ذکر خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

(<https://www.alfazl.com/2019/11/19/10688>)

اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا۔ وہ سب فتمیں کھا گئے کہ ہم نے تو اسی کوئی بات نہیں کی۔

آنحضرت عائشہؐ نے اپنے طریق عمل کے بر عکس دوپہر کے وقت اسلامی لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ انصار کے معروف رئیس اسید بن حضیر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اکرمؐ نے جب اسید کو ساری بات بتائی تو اسید نے عرض کی کہ وَاللَّهُ أَعْزَزُ وَاللَّهُ أَعْلَم۔ بات بتائی تو آپؓ میں ہیں۔ مدینے پہنچ کر آپؓ عبد اللہ کو شہر سے باہر نکال سکتے ہیں۔ پھر اسید نے حضور عائشہؐ کو بتایا کہ اہل مدینہ حضور عائشہؐ کی آمد سے پیشتر عبد اللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنانے والے تھے۔ اسی بات کا حسد اس کے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ اس لیے آپؓ اس کی بکواس کی پرواہ نہ کیا تجھے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ جو نہایت مخلص صحابی تھے گھبراہٹ کے عالم میں حاضر ہوئے۔ آپؓ عائشہؐ کی خدمت میں عبد اللہ نے عرض کی کہ اگر آپؓ میرے باپ کی فتنہ پر داڑی کے سب اس کے قتل کا حکم دینے والے ہیں تو مجھے حکم فرمائیں۔ انہیں یہ خوف تھا کہ کہیں کسی اور کے قتل کرنے پر ان کی رگ جہالت نہ پھڑک اٹھے اور وہ اپنے باپ کے قاتل کو نقصان پہنچا بیٹھیں۔ آپؓ عائشہؐ نے عبد اللہ کو تسلی دی کہ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ عبد اللہؐ کو اپنے باپ کے خلاف اتنا جوش تھا کہ مدینے واپسی پر آپؓ اپنے باپ کے راستے میں کھڑے ہو گئے اور اسے مجبور کر کے یہ الفاظ کھلوائے کہ رسول اللہؐ عائشہؐ معزز ہیں اور وہ ذلیل ہے۔ غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہؓ پر منافقین کی طرف سے ایک ناپاک تہمت لگائی گئی۔ اس واقعہ کو تاریخ میں ’واقعہ افک‘ کہا جاتا ہے۔ اس کا بانی مبانی بھی عبد اللہ بن ابی بن سلول ہی تھا۔ حضور انور نے حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ روایت کی روشنی میں اس واقعے کی تفصیل پیش فرمائیں۔ مدینے واپسی پر ایک رات آپؓ عائشہؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ عائشہؓ رفع حاجت کے لیے گئیں اور واپسی پر آپؓ کو علم ہوا کہ ان کا ہارٹ ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ آپؓ دہار لینے واپس گئیں۔ پیچھے سے آپؓ کا اونٹ تیار کرنے والوں نے اس خیال سے کہ آپؓ ہودج میں ہی موجود ہیں آپؓ کا ہودج اونٹ پر رکھ دیا۔ جب عائشہؓ واپس لوٹیں تو یہ سوچ کر کہ لشکر والے آپؓ کو لینے واپس آئیں گے وہیں بیٹھ گئیں اور اسی

حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صبر و برداشت کے نظارے

محترمہ فارینہ نعمان مبشر صاحب، مجلہ زیورک حلقہ ناصر

ادس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ معظمر میں تیرہ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکالیف میں رہے اور یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت زیادہ تھی جو فرعون سے بنی اسرائیل کو پہنچی۔ حضرت اسماء بن زیدؓ سے روایت ہے جو حضرت زینبؓ کے ایک صاحبزادے کی وفات کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ میر ایٹا نزع کی حالت میں ہے آپ ﷺ تشریف لائیں۔ پس آپ ﷺ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میری طرف سے اسلام و علیکم کہنا اور پھر کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ لے لے وہ بھی اُسی کا ہے اور جو دیوے وہ بھی اُسی کا ہے۔ اور ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مقررہ مدت ہے۔ پس چاہیے کہ تم صبر کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امیدوار رہو۔ اس پر آپ ﷺ کی صاحبزادی نے پھر کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کو خدا کی قسم آپ ضرور تشریف لائیں۔ پس آپ ﷺ کھڑے ہو گئے جب آپ ﷺ کی وہاں پہنچ چکے سخت اضطراب میں تھا اس کی تکلیف دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بھہ پڑے۔ اس واقعہ نے آپ ﷺ کی صفتِ صبر کے دو پہلوؤں پر ایسی روشنی ڈالی یعنی جو خدا تعالیٰ لے لے وہ بھی اُس کامال اور جو دے دے وہ بھی اُس کامال۔ رضا بالقصنا کہ یہ نمونہ کیسا پاک کیسا اعلیٰ کیسا طائف ہے کہ جس قدر اس پر غور کیا جائے اُسی قدر کمال ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اپنی صاحبزادی کو صبر کی نصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں پر انتہائی درجہ کے یقین اور امید پر دلالت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ان مختصر اداقتات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس صفت میں کہاں تک متصف تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی یہ صفت پیدا کرے اور ہم بھی اپنی چھوٹی بڑی تکالیف پر صبر کا مظاہرہ کرنے والے ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس صبر کا بہتر بدله عطا فرمائے۔ (آمین)

وہ جو احمد بھی ہے اور محمد ﷺ بھی ہے
اُس پر لاکھوں درود اُس پر لاکھوں سلام
اُس کی سیرت حسین اُس کی صورت حسین
کوئی اُس سانہ تھا کوئی اُس سانہ نہیں

صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں یہ ایک اعلیٰ درجہ کا جامع خلق ہے۔ اس کے بنیادی معنی ضبط نفس، شدت اور سختی برداشت کرنے کے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں دکھ اٹھا کر بغیر کسی شکوہ کے راضی برضا ہو جانے کا یہ خلق صبر جیل کھلاتا ہے۔

انسان کا مصیبت کے وقت ضبط نفس اور برداشت سے کام لینا صبر ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کو مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق انا اللہ وَإِنَّ إِلَيْهِ رَأْجُونَ پڑھ کر یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت کا اجر عطا کر اور مجھے اس سے بہتر بدله عطا کر تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کا بہتر بدله عطا فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں چھوٹی بڑی تکالیف پر غیر معمولی صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ بچپن میں والدہ اور والدہ اور پھر دادا کے نوت ہو جانے سے جو صدمات آپ ﷺ کو پہنچتے تھے۔ پھر دعویٰ نبوت کے بعد جو تکالیف کفار سے آپ ﷺ کو پہنچیں اُس کو جس صبر واستقامت سے آپ ﷺ نے برداشت کیا اور یکے بعد دیگرے مصائب کے زمانہ میں آپ ﷺ کے نہایت مہربان چھا اور وفاداری میں بے نظیر بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات اور اپنے بیارے متبعین کی مکہ سے بھرت کر جانے پر جس صبر کا نمونہ آپ ﷺ نے دکھایا تھا یہ سب بہت وسیع مضامین ہیں، مختصر ایمان ہے۔ جب قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ پر اور صحابہؓ پر مظالم کا ایک دردناک سلسہ شروع کر دیا اور وہ لوگ آپ ﷺ کی جان کے درپے ہو چکے تھے۔ ابوالہب اور اسکی بیوی آپ ﷺ کے مخالفین میں پیش پیش تھے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے ان دونوں کا ذکر سورۃ الہب میں کیا ہے۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد یہ دونوں مخالفت کی آگ میں اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ آنحضرت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھانا ان کا معمول تھا۔ حضور ﷺ جب وعظ کے لیے کھڑے ہوتے تو لوگ شور مچاتے تاکہ لوگ آپ ﷺ کی آواز نہ سکیں۔ عقبہ بن معیط نے کعبہ کے قریب حضرت محمد ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے بل دینا شروع کیا اس سے آپ ﷺ کا سانس رُک گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اچانک وہاں آئے اور اسے پیچپے کیا۔ یہ تکلیف آپ ﷺ کی زندگی کی شدید ترین تکالیف میں سے تھی۔ سیدنا حضرت

آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت

محترمہ راشدہ باجوہ صاحبہ، مجلس آرگاؤ

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دعاویں کو قبول فرماتے ہوئے ہر مستحق کی دشمنی کی تیری خاطر کرے گا۔ ہاں اس کے لئے بشرط لازم ہے کہ آپ ﷺ کی غلامی ضروری ہے۔ آپ ﷺ کے حالات زندگی اور اسوہ حسنہ مستدر طور پر پوری طرح محفوظ رکھا جائے گا تاکہ آنے والے اس سے پورا فائدہ اٹھاتے رہیں۔ آپ ﷺ کی قوت قدسی کا اثر بھی جاری و ساری رہے گا اور وہ بہتر سے بہتر انسان پیدا کرتی رہے گی۔

آنحضرت ﷺ کے حسن و احسان کا پورا نقشہ کھینچنا کسی انسان کا کام نہیں۔ اس خدائے عظیم نے آپ ﷺ کو ہر رنگ میں حسن بخشنا۔ ایسا حسن کہ اس جیسا نہ پہلے دنیا میں کسی کو دیا گیا اور نہ آئندہ دیا جائے گا۔ آپ ﷺ کی معرفت و محبت الہی کو کمال تک پہنچادیا۔ یہاں تک آپ ﷺ اپنے خدا کی محبت میں گم ہو گئے۔ آپ ﷺ کے اس قرب کو اللہ تعالیٰ قرآن میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

وَهُوَ بِالْأَكْفَافِ الْأَعْلَى تُمَّدَّنَا فَتَدَلِّلُ فَكَانَ قَابَ قَوْسِينَ أَوْ أَدْنَى^۱
(الثُّمُود: ۸-۱۰)

ترجمہ: جبکہ وہ بلند ترین افق پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا۔ پھر وہ نیچے آتی آیا۔ پس وہ دو قوسوں کے وتر کی طرح ہو گیا اس سے بھی قریب تر۔

بتائیے اس قرب کی کوئی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق فاضلہ و کاملہ سے خوب نوازا اور پھر خود ہی فرمادیا کہ:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ حُلُقٍ عَظِيمٍ (القمر: ۵)

ترجمہ: اور یقیناً تو ہبہ بڑے خلق پر فائز ہے۔

جن اخلاق کو اللہ تعالیٰ عظیم کہے وہ ایک عاجز انسان کے احاطہ میں کیا آسکتے ہیں۔ پس یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ انسان میں جس چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے سب کچھ اپنے انتہائی کمال پر اس برگزیدہ انسان کو دیا۔

آپ ﷺ کا عزم و استقلال جو ہمیشہ پہاڑ کی طرح مضبوط رہا۔ بڑے بڑے مصائب اور پہاڑوں جیسی مشکلات نے آپ کی راہ میں حائل ہونا چاہا۔ لیکن

شرف انسانی و حضوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ خود شرف کو حاصل کرنا اور پھر دوسروں میں شرف کا پیدا کرنا یعنی حصول خیر اور افاضہ نیکی۔ حصول خیر سے حُسن پیدا ہوتا ہے اور افاضہ نیکی سے احسان پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے نبیوں اور رسولوں میں یہ دونوں پہلو درجہ کمال پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ کمال ان کی خداداد صلاحیتوں اور کام کی وسعت اور اہمیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

تِلْكَ الرَّسُولُ فَضَلَّنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ
وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ (البقرہ: 254)

ترجمہ: یہ وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض (دوسروں) پر فضیلت دی۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے (زوہرو) کلام کیا۔ اور ان میں سے بعض کو (بعض دوسروں سے) درجات میں بلند کیا۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے درجات میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا ہے۔ اور ان سب کی استعدادیں بھی اللہ تعالیٰ نے الگ الگ رکھیں ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ و ارفع استعدادیں عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے اور ہمیشہ کیلئے ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہ السلام کسی ایک قوم یا بستی کی طرف مبوعث کئے گئے۔ ایک وقت کے بعد جب وہ قوم یا بستی تباہ ہو گئی یا کوئی اور نبی آگیا تو پہلے نبی کی تعلیم کا لعدم ہو گئی۔ گویا آنحضرت ﷺ سے پہلے کی تمام نبوتیں محدود وقت اور قوم کے لئے تھیں۔ جب کسی نبی کا دور ختم ہو جاتا تو نہ ہی اس نبی کا اسوہ محفوظ رہا اور نہ ہی تعلیم باقی رہی۔ پس فرضی کہا نیا ہی رہ گئیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ نے بھیج کر فرمایا:

وَمَا آمَرْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الأنبياء: 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر۔ دنیا کا کوئی انسان بھی خواہ وہ کسی بھی دور میں پیدا ہو آپ ﷺ کی رحمت سے محروم نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے تمام انسانوں کے لئے اتنی دعائیں کر دی

صحابہ میں انقلاب برپا ہو گیا۔ وہ گناہوں میں مبتلا تھے لیکن ایسے پاک کئے گئے کہ کسی بڑے بڑے نبی کی قوم میں یہ حالت تو لیا اس کا ہزارواں بلکہ کروڑواں حصہ بھی نظر نہیں آتا۔ آپ ﷺ کی قوت قدسی میں آپ ﷺ کا نور فہم کا حسن بھی داخل تھا۔ یہ بھی آپ ﷺ کو بدرجہ اتم عطا کیا گیا۔ آپ ﷺ کی حسن بھی داخل تھا۔ آپ ﷺ نے علم و حکمت کے دریا بہادیے۔ آپ ﷺ کی قوت قدسی نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی کر شے نہیں دکھائے بلکہ آپ ﷺ کے بعد بھی اس کے اثراتِ عظیم جاری و ساری رہے۔ آپ ﷺ نے غلاموں کو بڑے بڑے علوم کا وارث بنادیا۔ اور اس سے بڑے بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ اور آخر میں آپ ﷺ کے فرمانے کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ بھی آئے۔ جنہوں نے آپ کی روحانی گود میں پروردش پا کر آپ ﷺ کی قوت قدسی سے کامل حصہ لیا۔ آپ ﷺ کی فضیلت کے لئے آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب القرآن الحکیم اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتی ہے کہ باقی سب آسمانی کتابیں اس کے آگے یقیناً ٹھہرتی ہیں۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو انسانوں سے چھپایا ہوا ہے۔ لیکن قرآن پڑھنے والا غورو فکر کرنے والا اپنے رب کا چہرہ پہچان اور دیکھ لیتا ہے۔ قرآن صفات الہیات سے سارے مسائل کو خوب دلائل دے دے کر حل کرتا ہے۔ آخرت، فرشتے، تقدیر الہی، الہام الہی اور دیگر امور غمیبیہ کو ہمارے لئے قبل فہم بنادیتا ہے۔ انبیاء کی شناخت کے سب اصول بتادیتا ہے۔ نیکی بدی کی تفہیق اور رضاۓ الہی کے حصول الغرض انسان کی ہر مشکل وقت میں چراغ راہ کا کام دیتا ہے۔ پس ہمارے پیارے نبی خیر الائیلین والا خرین کو اللہ تعالیٰ نے سب سابقہ نبیوں کے مقابل آپ ﷺ کے فیضان کو نہیات درج و سعت دی۔ اتنی وسعت کہ اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کروڑوں کروڑ انسان قرآن اور آپ ﷺ کے اسوہ سے قیامت تک فیض پاتے رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سراج منیر بنایا ہے۔ یہ کتنا بڑا اور عظیم الشان احسان ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعے لوگ قیامت تک فیض پاتے رہیں گے۔ اور اندھیروں سے نجات پاتے رہیں گے۔

خدا کے اس پیارے پر زمین و آسمان کے سارے ذرات کے برابر دو دو سلام

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ عَلَى أَلْيَامِكَ وَبَايِكَ وَسَلِّمْ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

وَأَخْرِنَا دَعْوَانَا أَنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آپ ﷺ کے ارادہ اور مقاصد میں کبھی لغزش نہ آئی۔ آپ ﷺ کی توکل علی اللہ بے مثال تھی۔ جب بھی کمر شکن حالات پیدا ہوئے آپ ﷺ کی روح آستانہ الہی پر گری اور قوت پاتی رہی۔ اور خدا کی شوکت و عظمت کے سامنے ہمیشہ لرزائی و ترسائی رہتے۔ جتنا زیادہ قرب آپ ﷺ کو حاصل تھا اتنا ہی زیادہ اس میں فرق آنے کا ذر تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کی دعاؤں میں کمال عجز پایا جاتا تھا۔ ہر تنگی و ترشی پر صبر کا دامن تھا میں رکھتے۔ دنیوی آسائشوں سے کمال علیحدگی اور بے نیازی سے رہتے۔ ہر تنگی ہر دکھ پر تمام مصائب پر راضی رہے۔ اور صرف خدا کی محبت ہی کو کافی جانا۔ اُس کی رضا کو تلاش کرتے رہے۔

آپ ﷺ کی ہمدردی مخلوق بھی نرالی شان رکھتی تھی۔ غلام، امیر غریب عورتیں بچے چھوٹے بڑے سب کے لئے رحمت و شفقت کے پر پھیلائے ہوئے ایک ماں کی طرح ان کی تربیت و نگهداری اور پروردش کرتے رہتے۔ اپنام جان آرام اور جذبات غرضیکہ سب کچھ انسانوں کیلئے وقف تھا۔ اسکی گواہی بھی اللہ نے دی۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْفُؤُدِ مِنْ يَرْعُوفُ رَّحِيمٌ (توبہ: 128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تھی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (جلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس خوبصورتی سے آپ کی شفقت کا نقشہ کھینچا ہے۔ آپ ﷺ کو انسانوں کی تکلیف اسقدر گراں گزرتی کہ اس کو برداشت کرنا آنحضرت ﷺ کے لئے مشکل ہو جاتا اور جب تک اس تکلیف یا مشکل کو اسباب کے لحاظ سے اور دعاؤں کے سب التجانی کوشش نہ فرمائیتے آرام نہ فرمائیتے اور درد خلق سے آستانہ الہی پر ان کے لئے خیر و برکت مانگتے یہاں تک کہ اس خیر و برکت کی چادر سب کو اپنے اندر سمولیتی۔ آپ ﷺ کے حسن میں آپ ﷺ کی قوت قدسی بھی تھی۔ یہ رحمت بھی آپ کو سب انبیاء سے بڑھ کر دی گئی۔ آپ ﷺ کے وجود کا ایک ایک ذرہ ذرہ نے اللہ کی محبت میں جل کر ہر کدوڑت سے کامل پاکیزگی اختیار کر لی۔ اس پاکیزگی کی عجیب چمک اور تاثیریں تھیں کہ گرد و پیش میں

آنحضرت ﷺ کی صحابہؓ سے محبت اور صحابہؓ کا عشق رسول ﷺ

محترمہ امانتہ اللہ قادر مجدد صاحب، مجلس ویژہ تھوڑے

کرنے کی درخواست کی اور مجبور کر کے خانہ کعبہ لے گئے۔ کفار نے خانہ کعبہ میں عبادت کرتے دیکھ کر حضرت ابو بکر کو خوب پیٹا یہاں تک کہ آپ کو اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ جب بولنے کے قابل ہوئے تو پہلا سوال یہ پوچھا کہ میرے آقا کا کیا حال ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکیف تو نہیں پہنچی (حوالہ: الحلبیہ)

اسکے بعد بھی حضرت ابو بکرؓ آپ کی حفاظت کے لئے آپکے آگے پیچھے کمر بستہ رہے اور اپنی جان سے بڑھ کر پیار کیا۔ ہجرت مدینہ کے لئے جب اللہ تعالیٰ کی طرف آپ ﷺ کو اجازت ہوئی تو آنحضرت ﷺ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اطلاع دی۔ ہجرت مدینہ کے مبارک سفر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جس وفاداری اور جانشیری کا نمونہ دکھایا اسکی مثال نہیں ملتی۔ اپنی دو اونٹیاں جو پہلے سے تیار کر رکھی تھیں ان میں سے ایک آپ کی خدمت میں پیش کر دی مگر آپ ﷺ نے اسکو قبیتاً قبول فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پانچ ہزار درہم بھی بطور زادراہ ساتھ لئے۔ پھر غار ثور میں رسول خدا ﷺ کی مصاجبت کی سعادت پائی جسکا ذکر قرآن کریم میں سورۃ توبہ آیت 40 میں ہے۔ اسی سفر ہجرت میں جب حضرت ابو بکرؓ نے ایک مشرک سراقہ کو تعاقب کرتے دیکھا تو رو دیئے۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو کہا اپنی جان کے لئے نہیں آپ ﷺ کی وجہ سے روتا ہوں کہ کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (حوالہ: مسند احمد)

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ سے اپنی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام آنحضرت ﷺ کی دعا کا صدقہ تھا۔ آپ ﷺ حضرت عمرؓ کی خداداد استعدادوں کے باعث بھی ان سے محبت فرماتے اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے خدا کلام کرتا تھا لیکن وہ نبی نہیں تھے۔ میری امت میں بھی ایک ایسا فرد عمرؓ ہے۔ (حوالہ: بخاری)

محبت دووجہ سے پیدا ہوتی ہے، حسن سے یا احسان سے۔ حسن طبعاً پنے اندر ایک کشش رکھتا ہے، ایک حسین وجود ہر صاحب ذوق کا دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ تو حسن ظاہری اور باطنی کا بہترین نمونہ تھے۔

اس ماہتاب حسن کا نظاراً ایک عاشق صادق حضرت براء بن عازب کی نظر سے کیجھے، کہتے ہیں، چودھویں کی رات تھی اور چاند اپنے پورے جو بن پر تھا۔ ہمارے محبوب رسول ﷺ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا میں ایک نظر چودھویں کے چاند پر اور ایک اپنے پیارے محبوب کے روشن چہرہ پر ڈالتا تھا، خدا کی قسم اس رات مجھے نبی کریم ﷺ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ حسین معلوم ہوتا تھا۔ (ترمذی)

آپ ﷺ کے حسن ظاہری سے کہیں بڑھ کر آپکے حسن باطنی کو کمال حاصل تھا۔ آپ ﷺ کی محبت اور احسان نے اپنے صحابہؓ کے دل جیتے اور اس محسن انسانیت کے ہزاروں عاشق پیدا ہو گئے اور آپ ﷺ کی شفقتوں کے نتیجہ میں صحابہؓ کے رسول اللہ سے عشق و فدائیت کے قصے بھی نہایت دل بھانے والے ہیں۔ یوں تو آپ ﷺ کو اپنے تمام اصحاب ہی بہت پیارے تھے مگر سب سے قربی اور باوفادوست حضرت ابو بکرؓ کا اور ہی مقام تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے گھر لیو بے تکلف گفتگو کے دوران پوچھا کہ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ میں سے سب سے پیارے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکرؓ، انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ، حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ابو عبیدہ بن الحراح (حوالہ: ابن حجر)

حضرت ابو بکرؓ کو بھی عشق کی حد تک اپنے آقا سے پیار تھا۔ ان کے ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے ابھی چالیس افراد سے بھی کم تھی مسلمانوں کی تعداد حضرت ابو بکرؓ نے اصرار کے ساتھ خانہ کعبہ میں اعلانیہ عبادت

سفیر عروہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو عشق و محبت کا عجیب نظارہ دیکھ کر جیران رہ گیا اور والپس جا کر قریش کے سامنے یوں اظہار کیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار بھی دیکھے ہیں اور قیصر و کسری اور نجاشی کے محلات بھی خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں کو اسکی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جو محمد ﷺ کے ساتھی اسکی کرتے ہیں، خدا کی قسم جب وہ کوئی بات کہتے ہیں تو وہ سب لبیک کہتے ہیں، وہ وضو کرتے ہیں تو وہ اسکے پانی کے ایک قطرہ کو بھی نیچے نہیں گرنے نہیں دیتے اور لگتا ہے اسے ہاتھوں میں لینے کے لئے جیسے وہ لڑپڑیں گے۔ (حوالہ: بخاری)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ اس محسن انسانیت رسول ﷺ کے ایسے دیوانے تھے کہ رسول اللہ کی وفات پر فرط غم سے یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ آپ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ کیفیت آپ ﷺ کے سچے عشق اور جذباتی تعلق کی آئینہ دار ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا والہانہ لگاؤ کا بیان ایک نہ ختم ہونے والا طویل موضوع ہے۔ اس زمانہ کے مسلم وغیر مسلم سبھی نے اس کا مشاہدہ کیا جیسے حدیبیہ کے مقام جہاں آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ ٹھہرے تھے کفار کا ایک

عشق رسول ﷺ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی آنحضرت ﷺ کی سچائی اور دین اسلام کی صداقت کے لئے بے مثال قلمی۔
لسانی و قالی جہاد کیا ہے یہ ساری خدمت دراصل اپنے آقا آنحضرت ﷺ کے عشق اور دین محمد ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باوجود جب آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند غلام کی حیثیت میں اپنا ہر پھول حضور ﷺ کے قدموں میں ڈالتے چلتے ہیں اور بار بار عرض کرتے ہیں کہ اے میرے آقا! یہ سب کچھ آپ ﷺ ہی کے طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ ایک جگہ قسم کھا کر بیان کرتے ہیں:

”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا اس نے حضرت ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسماعیلؑ سے اور اسحاقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ، موسیؑ، مسیحؑ این مریم سے پھر ہمارے نبی کریم ﷺ سے ہم کلام ہوا۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف بخشا ہے اور اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت میں نہ ہوتا اور آپ ﷺ کی بیرونی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ، مخاطبہ نہ پاتا۔“

(تجییات الہیہ، روحانی خزانہ جلد، صفحہ۔ اول ایڈیشن)

وہ پیشوں ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد ﷺ دلب مریم ایکی ہے

آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی

محترمہ فرننڈہ متور احمد صاحبہ، مجلس زیرک، حلقة ناصر

گے۔ اپنی شکل سے خاص حالت خشوع و خضوع ظاہر کریں گے۔ اور خوب و طائف پڑھیں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ باوجود اس کے کہ سب سے اثقلی اور اورع تھے اور آپ ﷺ کے برابر خشیت اللہ کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے آپ ﷺ ان سب باтол میں سادہ تھے اور آپ کی زندگی بالکل ان تکلفات سے پاک تھی۔

بچہ کے رونے پر نماز میں جلدی:

ابی قاتدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

**إِنَّ لِأَقْوَمٍ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطْوِلَ فِيهَا فَآسِمُهُ بُكَاءُ الصَّصِّي
فَاجْبُوْزُ فِي صَلَوَتِكَ اهْيَةً أَنْ أَشْتَقَ عَلَى أُمِّهِ**

(بخاری کتاب الاذان باب من انف الصلاة عند بكاء الصبي)۔

یعنی میں بعض دفعہ نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو لمبا کر دوں۔ مگر کسی بچہ کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز کو اس خوف سے کہ کہیں میں بچے کی ماں کو مشقت میں نہ ڈالوں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ کس سادگی سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم بچہ کی آواز سن کر نماز میں جلدی کر دیتے ہیں۔ آجکل کے صوفیاء تو ایسے قول کو شاید اپنی ہٹک سمجھیں کیونکہ وہ تو اس بات کے اظہار میں اپنا خخر سمجھتے ہیں کہ ہم نماز میں ایسے مست ہوئے کہ کچھ خبر ہی نہیں رہی اور گویا پاس ڈھول بجھتے رہیں تو ہمیں کچھ خیال نہیں آتا۔ مگر آنحضرت ﷺ ان تکلفات سے بری تھے۔ آپ ﷺ کی عظمت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تھی نہ کہ انسانوں نے آپ ﷺ کو معزز بنایا تھا۔ یہ خیال وہی کر سکتے ہیں جو انسانوں کو اپنا عزت دینے والا سمجھتے ہوں۔

گھر کے اخراجات میں سادگی:

آپ ﷺ کی زندگی نہایت سادہ تھی اور وہ اسراف اور غلہ جو امراء اپنے گھر کے اخراجات میں کرتے ہیں آپ ﷺ کے ہاں نام کونہ تھا۔ بلکہ ایسی

ہمارے ہادی اور رہنمای آنحضرت ﷺ تو رحمۃ اللعالمین ہو کر آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو گل دنیا کیلئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ہمارے لئے جو نمونہ قائم کیا وہی سب سے درست اور اعلیٰ ہے اور اس قابل ہے کہ ہم اس کی نقل کریں۔ آپ ﷺ نے اپنے طریق عمل سے ہمیں بتایا کہ جذبات نفس جو پاک اور نیک ہیں ان کو دبانا تو کسی طرح جائز ہی نہیں بلکہ ان کو تو ابھارنا چاہیے۔ اور جو جذبات ایسے ہوں کہ ان سے گناہوں اور بدیوں کی طرف توجہ ہوتی ہے ان کا چھپانا نہیں بلکہ انکا مارنا ضروری ہے۔ پس اگر ہم تکلف سے بعض ایسی باتیں نہیں کرتے جن کا ذکر ہمارے دین اور دنیا کیلئے مفید تھا تو ہم غلط کار ہیں۔ اور اگر وہ باتیں جن کا کرنا دین اسلام کی رو سے ہمارے لئے جائز ہے صرف تکلف اور بناوٹ سے نہیں کرتے، ورنہ دراصل ان کے شائق ہیں تو یہ نفاق ہے۔ اور اگر لوگوں کی نظر وہ میں عزت و عظمت حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو خاموش اور سنجیدہ بناتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایسا ایک بھی نمونہ نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے ان تینیوں اغراض میں کسی کیلئے تکلف یا بناوٹ سے کام لیا بلکہ آپ ﷺ کی زندگی نہایت سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی عزت کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں سمجھتے تھے بلکہ عزت و ذلت کا مالک خدا کو ہی سمجھتے تھے۔

ہر قسم کے لصنع اور بناوٹ سے پاک:

بعض لوگوں میں خاص طور پر یہ خیال ہوتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ذکر دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوں اور خاص طور پر لصنع سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ نہیں نہایت نیک سمجھیں۔ اگر مسلمان ہیں تو وہ سو میں خاص اہتمام کریں گے اور بہت دیر تک وضو کے اعضاء کو دھوتے رہیں گے اور وضو کے قطروں سے پر ہیز کریں گے۔ سجدہ اور رکوع لمبے کریں

نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کاج کے لئے ایک نو کر بھی نہ ہو۔ اگر کسی نے دکھایا ہے تو وہ بھی آپ ﷺ کے خدام میں سے ہو گا۔ کسی دوسرے بادشاہ نے جو آپ ﷺ کی غلامی کا فخر نہ رکھتا ہو یہ نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔ ایسے بھی مل جائیں گے جنہوں نے دنیا سے ڈر کر اسے چھوڑ دیا ایسے بھی ہونگے جو دنیا میں پڑے اور اسی کے ہو گئے۔ مگر یہ نمونہ کہ دنیا کی اصلاح کیلئے اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر بھی اٹھائے رکھا اور ملکوں کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ مگر پھر بھی اس سے الگ رہے۔ اور اس سے محبت نہ کی اور بادشاہ ہو کر فقر اختیار کیا۔ یہ بات آنحضرت ﷺ میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنے اہل ﷺ کیلئے محنت کرتے تھے یعنی خدمت کرتے تھے۔ پس جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ ﷺ نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔

گھر کا کام خود کرنا:

حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کھر میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنے اہل ﷺ کیلئے محنت کرتے تھے۔ اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ آپ ﷺ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ اور بادشاہت کے باوجود آپ ﷺ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نو کرنہ ہوتا۔ بلکہ آپ ﷺ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ملکر گھر کا کام کاج کروادیتے۔ اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس کے کھیس جانا پڑتا تھا۔ ان کے ہاں کی سادگی کوئی اعلیٰ نمونہ نہیں۔ جس کے پاس ہو ہی نہیں اس نے شان و شوکت سے کیا رہتا ہے۔ مگر ملک عرب کا بادشاہ ہو کر لاکھوں روپیہ اپنے ہاتھوں سے لوگوں میں تقسیم کر دینا اور گھر کا کام کاج بھی خود کرنا یہ وہ بات ہے جو اصحابِ بصیرت کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتی۔

سادگی سے اپنی زندگی بسر کرتے کہ دنیا کے بادشاہ اسے دیکھ کر حیران ہی ہو جائیں۔ اور اس پر عمل کرنا تو الگ رہا یورپ کے بادشاہ شاید یہ بھی نہ مان سکیں کہ کوئی ایسا بادشاہ بھی تھا جسے دین کی بادشاہت بھی نصیب تھی اور دنیا کی حکومت بھی حاصل تھی۔ مگر پھر بھی وہ اپنے اخراجات میں ایسا کفایت شعار اور سادہ تھا اور پھر بخیل نہیں بلکہ دنیا نے آج تک جس قدر سختی پیدا کئے ہیں ان سب سے بڑھ کر سختی تھا۔

گھر کا کام خود کرنا:

حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کھر میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنے اہل ﷺ کیلئے محنت کرتے تھے۔ اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ آپ ﷺ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ اور بادشاہت کے باوجود آپ ﷺ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نو کرنہ ہوتا۔ بلکہ آپ ﷺ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ملکر گھر کا کام کاج کروادیتے۔ اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس

حضور اقدسؐ کا تخل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تخل اس قدر تھا کہ بڑی محبت سے سنتے رہتے اور ہر طرح ان کو سہارا دیتے اور ان غرباء اور ناداروں کا بے حد احترام کرتے اور ساتھ ساتھ ان کے تکلیف دہ حالات بدھایلوں کو درست کرنے کی بہت کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے ان صحابہؓ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے جو دوسرے حاجت مندوں اور غریبوں کی خدمت میں اپنا خرچ کرتے رہتے اور ان کی خبر گیری رکھتے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تخل اس قدر تھا کہ اگر کوئی مخالف اپنی بد خلقی اور سختی اور بعض سے بھی پیش آتا تو آپ خاموش رہتے اور کبھی بھی سختی کا جواب سختی سے نہ دیتے تھے۔ لوگوں سے ہمیشہ عنفو، نرمی اور چشم پوشی فرماتے اور بے سہارا اور غریب الوطنوں کے لئے ماں باپ سے بھی زیادہ شفقت اور رحم کا سلوک کیا کرتے تھے۔

садہ زندگی آپ کو بے حد پسند تھی اور ساری زندگی اسی پر عمل کیا۔ کیا کیا صفات بیان کی جاویں۔ وہ کیا ہی بیارا اور پاک وجود تھا جو اس دنیا میں آیا۔ زمانہ نے اس جیسا کوئی دیکھا اور نہ بعد زندگی کوئی نظر آیا۔

(سوانح عمری آف امام المُتَّقِّین و مہدی دوران عالیٰ حضرت مرزا غلام احمد قادری علیہ الصلوٰۃ والسلام، مولوی احسان اللہی واقف زندگی)

حضرت محمد ﷺ کا غریبیوں اور کمزوروں سے حسن سلوک ہمارے لیے نمونہ

محترمہ صائمہ بیٹ صاحبہ، مجلس برلن

تمہیں تمہارے کمزور محنت کش لوگوں کی وجہ سے ہی رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔” (ترمذی)

منذر بن جریرؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے دن کا پہلا پھر تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے کچھ لوگ آئے جو نگے پاؤں، نگے بدن تھے۔ انہوں نے تواریخ سونتی ہوئی تھی اور ان کا تعلق کا مضر قبیلہ سے تھا۔ ان کی بھوک اور افلاس کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضور ﷺ اگر تشریف لے گئے پھر باہر آ کر بلال سے کہا کہ ظہر کی اذان دو۔ آپ ﷺ نے نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور ان کے لیے صدقہ کی تحریک فرمائی لوگوں نے دینار، درہم، کپڑے، جو اور بھجو وغیرہ صدقہ کیا یہاں تک کہ غلے کے دوڑھیر جمع ہو گئے۔ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا جیسے سونے کی ڈلی ہو۔ (مندرجہ ذیل)

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہر کمزور اور ضعیف آدمی جنتی ہے۔“ (بخاری)

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ پر بہت سے لکھنے والوں نے لکھا۔ مغربی دنیا سے کچھ نہ ہمیشہ تعصی کی نظر سے آپ ﷺ کے بارے میں قلم اٹھایا لیکن چند حقیقت کو نظر انداز نہ کر سکے۔ مسٹر برناڑ شاہ (1950 تا 1856) نے آپ ﷺ کے اور اسلام کے بارے میں کچھ اس طرح سے لکھا۔ ”اگلے سو سال میں اگر کسی مذہب کو انگلستان بلکہ یورپ پر غلبہ حاصل کرنا ممکن ہے تو صرف اسلام ہے۔ میں نے ہمیشہ محمد ﷺ کے مذہب کو اس کی حیوان کن جاذبیت کی وجہ سے انتہائی معزز جانا ہے۔ یہ وہ منفرد مذہب ہے جو میری رائے میں دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر زمانہ کو متاثر کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ محمد ﷺ جیسا انسان آج کی جدید دنیا کو مطلق العنان

دنیا کے ہر معاشرہ کی بنیاد پر کچھ قوانین اقدار اور نہ ہی تعلیمات پر ہوتی ہے۔ انسان الہی احکامات سے رہنمائی لے کر بھی معاشرے کی بنیادیں قائم کرتے ہیں۔ اور انسانی بنائے گئے قوانین سے بھی معاشرے کو بہتر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بشر خطاؤں کا مر تکب ہو سکتا ہے مگر خدائی احکامات ان غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں۔
اسلامی معاشرہ کیا ہے؟

اسلام کی آمد اور اس کے پھیلنے کے ساتھ ہی اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں آیا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا اسوہ مبارک اور قرآن کریم کی الہی تعلیمات، ان سب کا مجموعہ اسلامی معاشرہ کا لامحہ عمل قرار پایا۔ اسی سے اسلامی معاشرہ کی بنیاد پڑی۔ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران کی آیت 111 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**كُلُّ ثُمَّ حَيْدِرٌ أُمَّةٌ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ آل عمران: 111)
”تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے یکائی گئی ہو۔“**

حدیث ﷺ مبارکہ ہے کہ ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ اور سلامت رہیں۔“ (بخاری)

رسول کریم ﷺ ہر طبقہ کے لوگوں کی ضروریات پر نظر رکھتے اور ان کی مدد فرماتے یا صحابہ کرامؐ سے فرماتے کہ ان کی مدد کریں۔ غریبوں، کمزوروں، بیواؤں، تیکیوں اور ظلم کا شکار غلاموں کی حاجت روائی کرتے اور ان کے غم میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان امور اور معاملات میں مدد کر اور ہمیں اکیلانہ چھوڑ۔ باوجود نبی ہونے کے آپ کا دل ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتا اور ہر بات کے لئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ دعا امداد طلب فرماتے۔ آپ ﷺ کی دوستی کمزور اور غریب لوگوں سے زیادہ ہوتی جیسا کہ اس حدیث ﷺ سے واضح ہوتا ہے: ”مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو اور یاد رکھو



رسول کریم ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ ”مجھے مسکین بنَا کر زندہ رکھنا اسی حالت میں موت دینا اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں اٹھانا۔“ (ترمذی)

آپ ﷺ کا غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ بہترین مثالی سلوک آج ہمارے لئے اور بھی زیادہ ضروری اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے کیونکہ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں کمزور اور غریب کونہ ہونے کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کے اسوہ مبارک کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

حکمران کے طور پر مل جاتا تو وہ دنیا کے مسائل اس طرح حل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا کہ انسانیت کو مطلوب امن اور خوشحالی کی دولت نصیب ہو جاتی۔“

محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

رسول اکرم ﷺ غرباء کی ضروریات توجہ سے سنتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ ایک جبشی لوہنڈی مرگی کے دوروں کا شکار تھی۔ آپ ﷺ کی دعا کا آسراؤ ہو ڈکر آئی اور درخواستِ دعا کی آپ ﷺ نے اسے بھی حقیر نہ جانا اور اسے تسلی دی اور اس کے لئے دعا کی۔

محسن انسانیت ﷺ اور صنفِ نازک

مختصرہ منصورہ فرحت صاحبہ، مجلس بازل

نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تم مغلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔
(بنی اسرائیل: 32)

انہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ انہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور سورۃ التکویر کی آیت 9 اور 10 میں فرماتا ہے کہ

وَإِذَا الْمُؤْعَدُونَ شَيَّلُتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِّلُتْ۔

ترجمہ: اور جب زندہ در گور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔
(کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟

یعنی جب زندہ گاڑی جانے والی کے بارہ میں سوال کیا جائے گا یعنی لڑکیوں کا گاڑا جانا قانونی جرم بن جائے گا۔ اسی وقت ہر وحشی صفت انسان سے اس کے قابلِ معافی گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دو لڑکیوں کے بالغ ہونے تک پرورش کی تو وہ قیامت کے روز اس طریقہ سے آئے گا کہ وہ اور میں دونوں ایسے ملے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا کہ ”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس سے بہتر کوئی خیرات نہیں ہو سکتی کہ تو اپنی لڑکی کی مدد اور خرگیری کرے جبکہ وہ تیرے پاس آئی ہو اور سوائے تیرے اس دنیا میں اس کا کوئی مدد گارنہ ہو۔“ (منہ انہ ماج، کتاب الادب، باب بر الولد والاحسان الی البنات) رسول پاک ﷺ نے بیٹی کی محبت کو اس کے والدین کے دلوں میں قائم کیا اور یہ احساس جگایا کہ جس بیمار کے بیٹے حقدار ہیں اسی بیمار کی بیٹیاں بھی حقدار ہیں۔ پھر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہارے درمیان بیمار و محبت رکھ دیا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح شوہروں کے بیویوں پر حقوق ہیں اسی طرح بیویوں کے بھی شوہروں پر حقوق ہیں۔ جو کہ تم پر لازم ہے کہ ادا

قرآن مجید کی تعلیم جو کہ ایک مکمل جامع حیات ہے اس میں جو مردوں عورت کی مساوات کی حسین تعلیم دی گئی ہے وہ دنیا کے کسی بھی مذہب اور قانون میں نہیں ہے۔ مردوں عورت کو برابری کا درجہ دیا گیا۔ اُن کے ہر فعل کا اجر بھی برابر ہے۔ دونوں کے فرائض اپنے اپنے دائرہ اختیار میں مختلف ہیں۔ قبل اس کے کہ آنحضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنة کی روشنی میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی حسین تعلیم کا ذکر کریں مناسب ہے کہ اسلام سے قبل کی عورتوں کی کسمپرسی کا کچھ ذکر کیا جائے۔

اسلام سے قبل کے مذاہب میں سے عیسائیت میں تو ہمیشہ کے لئے عورت کو مرد کا حکوم قرار دیا گیا ہے۔ ہندو ازم میں بھی عورت کو مرد کا تابع فرمان اور نہایت کمتر درجہ دیا گیا ہے۔ اور اسلام سے پہلے کے عرب میں بھی عورت بہت بے چارگی کی زندگی گزارہی تھی۔ کسی کی بیٹی پیدا ہوتی تو وہ منہ چھپاتا پھرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ در گور کیا جاتا تھا۔ ایک ایک شخص کئی بیویاں رکھتا تھا۔ یہاں تک کے ماوں کے ساتھ نکاح بھی حلal صحبت تھے۔ عورتیں صرف ایک جائیداد تصور کی جاتی تھیں۔ عورتوں کا کوئی حصہ و راثت نہ تھا۔

پس اسلام سے پہلے کی عورت کی تاریخ اتنی ہولناک ہے کہ آج بھی انسانیت اس پر شرمندہ ہے۔ آخر اس مظلوم ہستی کی آہ نے عرشِ الہی کو ہلا کر رکھ دیا اور رب العالمین کی رحمت کا نزول ہوا۔ اور عرب کے اُن قے سے آنفہ رسالت نمودار ہوا جس کی روشن کرنوں نے زمین کے چھپے چپے کو متنور کر دیا۔

ایک عورت بچپن میں بیٹی کی حیثیت رکھتی ہے اور جوانی میں شادی کے بعد بیوی اور ماں کی حیثیت حاصل کرتی ہے۔ اسلام سے قبل اپنی ان تینوں حیثیتوں میں مظلوم تھی۔ لیکن اسلام کے آنے سے رسول پاک ﷺ کے لطف و احسانات کے سایہ رحمت میں آگئی۔ رحمت للعالمین ﷺ نے دختر کشی کی وحشیانہ رسم کے رواج کو قطعاً منوع قرار دیا۔ قرآن میں اللہ

خون کی پیاسی عورتوں کے لئے بھی۔ یعنی ہندہ کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرمادیا۔ جنگ خنین کے موقع پر آپ ﷺ کی رضاعی بہن بھی لا می گئی تو آپ ﷺ نے پہچان کر اپنی چادر اس کے لئے پہچادی۔ اور عزت و احترام سے تھائف دے کر خصت کیا۔

یہ رسول پاک ﷺ کی ذات بابرکت تھی جس نے عورتوں کو فرش سے لے کر عرش تک پہنچایا۔ اگر روئے زمین کی تمام عورتیں اپنے محسن اعظم کے احسانات کو یاد کر کے قیامت تک آپ ﷺ پر درود و سلام مجھیں تو بھی یہ کہنا پڑے گا کہ ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا“ ہماری ذمہ داری ہے کہ نبی پاک ﷺ کی پاک تعلیمات کو دنیا کے سامنے لے کر آئیں۔ اپنے قول و فعل، اخلاق اور کردار کے ذریعہ سے ثابت کریں کہ ہم کس عظیم نبی ﷺ کے پیروکار ہیں۔ آج دنیا مادی ترقیات کے باوجود تباہی و بر بادی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ آج ہمارا فرض ہے کہ رسول خدا ﷺ کی رحمت کا پیام اس دنیا کو دیں تاکہ یہ بے چین دنیا میں وسکون اور اطمینان و راحت پاسکے۔

کرو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بیویوں سے حسن سلوک کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”خَيْرٌ كُمْ خَيْرٌ كُمْ لَا هُلْهُلَهٌ وَ أَنَا خَيْرٌ كُمْ لَا هُلْهُلَهٌ۔“

کہ دیکھو تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا بر تاؤ کرتا ہے۔ اور میں اپنے اہل کے ساتھ بر تاؤ کرنے کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح)

دنیا کی تمام قومیں ماں کی حیثیت میں عورت کی تعظیم کرتی ہیں لیکن جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تھے اُس وقت اس مقدس رشتہ کی بھی کوئی عزت نہیں تھی۔ اور بابا کی بیویوں سے شادی جائز سمجھی جاتی تھی۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَائُكُمْ (سورۃ النساء: 24)

ترجمہ: تم پر تمہاری ماں کی حرام کردی گئی ہیں“

جب ہم رسول کریم ﷺ کی عملی زندگی کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو آپ ﷺ کو اپنی والدہ، بیویوں اور بیٹیوں کے علاوہ تمام عورتوں قبض نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہیں یا نہیں حسن سلوک کے اعلیٰ مقام پر پاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے حسن سلوک کا دروازہ ہر ایک کے لئے گھلاخاٹی کہ

وہ آج شاہدیں ہے وہ تاج مر سلیں ہے

وہ طیب و امیں ہے اُس کی شناہی ہے

اسلام، حضرت محمد ﷺ اور امن عالم

محمدہ فرج کا ہلوں صاحبہ، زیور ک حلقہ ناصر

”وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“
(القصص: 78)

ترجمہ: اور زمین میں فساد (پھیلانا) پسند نہ کر۔ یقیناً اللہ فساد یوں کو پسند نہیں کرتا۔ نیز فرمایا: ”تَعَاوَلُوا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَّا إِبْيَانَنَا وَبَيْنَكُمُ الَّا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نُشَرِّكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا آخَرَ بَأَبَآءِ أَقْرَبِنَا دُونَ اللَّهِ ط“، (آل عمران: 65)

ترجمہ: اس کلمہ کی طرف آجائے جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اُس کا شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا۔

قیام امن کیلئے دو اہم نکات

سورہ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کا ترجمہ یہ ہے: ”جگہ تم نہیں ڈرتے کہ تم ان کو اللہ کے شریک ٹھہر ارہے ہو جن کے حق میں اس نے ٹھُپ پر کوئی جنت نہیں اتاری۔“ (سورہ الانعام: 82)

اس جگہ قیام امن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو عظیم الشان گربات دیے ہیں۔
اول: توحید کے قیام کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا۔

دوم: اللہ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ یہ نازل فرمایا ہے کہ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَنًا یعنی دنیا میں امن تب ہی قائم نہیں رہتا جب انسانی فطرت مذہب کو چھوڑ کر رسم و روانج کے پیچھے چل پڑتی ہے۔ اگر انسان طبعی اور فطرتی باتوں پر قائم رہے تو کبھی لڑائیاں اور جنگلرے نہ ہوں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسلام دین نظرت ہے جو دین نظرت ہو گا وہی دنیا میں قائم ہو گا اور وہی امن پھیلا سکے گا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں دین خیر خواہی کا نام ہے پھر آپ ﷺ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کیلئے اور قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کیلئے ہوئی۔ آپ ﷺ پر اہم اری گئی کتاب قرآن مجید بھی اللہ کی آخری کتاب اور زندگی گزارنے کے لیے مکمل بدایت نامہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے 23 سالہ نبوی زندگی میں اس کتاب کی روشنی میں ایک مکمل اسلامی زندگی گزار کر ہر فرد کیلئے مکمل اور جامع اسوہ چھوڑا ہے۔ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کو بنی نوع انسان کیلئے رحمۃ اللعالمین قرار دیتا ہے۔ فرمایا:

”وَمَا آتَيْنَاكُمْ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ“ (الانبیاء: 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر۔ اور آپ ﷺ کو پوری انسانیت کیلئے قبل تقلید نمونہ بنانے کا پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ ”لَقَدْ كَانَ لِكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُنْوَافٌ حَسَنَةٌ مُّمِنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ عَلَيْهِ الْأَخْرَوَةَ كَمَا يَرْجِعُ إِلَيْهَا“ (الحزاب: 22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ نیز فرمایا:

”وَلَا تَسْبِبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبِبُو اللَّهَ عَدْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط“، (الانعام: 109)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اس سے بڑھ کر پڑا ممن بقاۓ باہم کی تعلیمات کیا ہو سکتی ہیں۔ پھر معاشرے میں فساد اور قتل و غارت کو روکنے کیلئے دین اسلام نہایت عمدہ تعلیم پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے:

• ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔

(سیرت ابن حشام جلد 1 صفحہ 178-179)

امن و سلامتی کے قیام کیلئے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے چند روشن پہلو
صلح کی کوشش: اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے 4 جھیں میں سینٹ کیتھران
متصل کوہ سینا کے راہبوں اور عیسائیوں کو پوری آزادی دی اور وسیع حقوق
دیئے اور یہ معاهدہ طے پایا کہ اگر عیسائیوں کو گرجاؤں کی تعمیر یا مدد ہبی
امور میں مسلمانوں کی ضرورت پڑے تو مسلمان ہر قسم کی مدد دیں
گے۔ اس معاهدہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک مشہور مستشرق لکھتا ہے۔ یہ
شر اعظم ہیں اس سند کی جو پیغمبر اسلام نے عیسائیوں کو عطا کی تھی۔ یہ عظیم
الشان پروانہ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کی مساوات اور حقوق
کی ایک شریفانہ اور قابل و قوت یاد گار ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارا یہ اصول ہے کہ بنی
نوع کی ہمدردی کرو۔ میں حلقا کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے
ذمہ نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں
اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خُدا کی جانب میں ہے نہ کسی اور عدالت
میں اور نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرماتے ہیں: پس مسائل و مصائب کی ماری
اضطراب اور بے چینی میں مبتلا دنیا کو اگر کہیں پناہ مل سکتی ہے اور اگر دنیا
میں امن قائم ہو سکتا ہے تو اسلامی تعلیمات اور محسن انسانیت حضرت
محمد ﷺ کا اسوہ ہی اس کا ذریعہ ہے۔ اور اس اسوہ پر عمل کروانے کیلئے
خدا نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تا دنیا ملت
واحدہ بن کر ایک خُدا کے آگے بُجھے۔

پس دنیا میں قیام امن کیلئے خُدا کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانا اور اُسکی باقتوں
پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ جب تک دنیا خدا کی روشنی کو پانے کیلئے
اپنے تاریک دل و دماغ کے دروازے کھڑکھیاں نہیں کھولے گی اس وقت
تک قیام امن ممکن نہیں۔

فرماتے ہیں۔ آپ کے معاملات میں لوگوں کے معروف مرتبوں کا خیال
رکھا کرو اور ان کے حالات اور درجہ کے مطابق انکے ساتھ معاملہ کیا کرو۔

حضور کی مختلف زمانوں میں امن کی کوششیں

بعثت سے قبل آنحضرت ﷺ معاهدہ حلف الفضول میں شریک ہوئے جس
کا بنیادی مقصد مظلوموں کی امداد تھا۔ کمی زندگی کے طویل دور میں ایک
بھی واقعہ ایسا نہیں ملتا جس میں حضور ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہؓ
طرف سے کوئی ایسا تقدم اٹھایا گیا ہو جو امن کو خراب کرتا ہو۔ آپ ﷺ
نے یہود کے ساتھ یثاق قائم کیا جو یثاقِ مدینہ کے نام سے لکھا گیا۔ اس کی
چند شر اعظم درج ذیل ہیں۔

یہ شر اعظم آج بھی رواداری کا بہترین سبق دیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اعلان
فرمایا:

• مسلمان اور یہودی آپ میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں
گے۔ ظلم اور زیادتی سے کام نہیں لیں گے۔

• ہر قوم کو نہ ہی آزادی حاصل ہو گی
• تمام لوگوں کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام
کیا جائے گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص ظلم یا جر کامر تکب ہو۔

• ہر قسم کے اختلافات اور تنازعات رسول کریم ﷺ کے پاس
فیصلہ کے لیے پیش ہوں گے۔ ہر فیصلہ ہر قوم کی اپنی شریعت کے
مطابق ہو گا

• کوئی فریق رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہیں
نکلے گا۔

• اگر یہود اور مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ کرے تو وہ ایک
دوسرے کی مدد کریں گے۔

• اگر مدینہ پر حملہ ہو گا تو سب مل کر مقابلہ کریں گے
قریش کمہ یا اُنکے معاونین کو یہود کی طرف سے کوئی مدد نہیں دی
جائے گی۔

تقاریر بر موقع جلسہ سالانہ سوئزر لینڈ 2019

(لجنة سیکشن)

آگے آنے والے صفحات پر آپ جلسہ سالانہ سوئزر لینڈ 2019 لجنة سیکشن میں کی گئی تقاریر ملاحظہ فرمائیں گے۔ لجنة سیکشن میں کل تین تقاریر ہوں گی، جن میں سے دو اردو زبان میں اور ایک جرمن زبان میں۔ جرمن تقریر جرمن حصہ میں شامل کی گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گھر بیوی معاشرتی مسائل کا حل اور ایک جنت نظیر گھر کا قیام
ڈاکٹر زینون قاضی صاحب، نیشنل صدر لجنة امام اللہ سوئزر لینڈ

تربیت اولاد میں والدین کا کردار

محترمہ خالدہ اقبال صاحبہ

Soziale Medien-Rechtleitung für die Jugend
Frau S. Aroog Majid



اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گھریلو و معاشرتی مسائل کا حل اور ایک جنت نظریہ گھر کا قیام

تقریر: محترمہ ذاکر زینون قاضی صاحب، جلسہ سالانہ سو شریور لینڈ 2019

عزیز بہنوں اور پیاری بچیوں، السلام و علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ

یہ موضوع انتہائی گھمبیر اور گہرا ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت وسیع بھی ہے۔ جتنی گہرائی میں غور کریں اسی قدر تعلیمات خداوندی مختلف پیرائے میں ہمارے سامنے جواہرات اور موتیوں کی صورت میں جلوہ گر ہو کر ہمیں ایک جنت نظریہ گھر کے قیام کی جانب رہنمائی کرتی ہیں۔ وقت کی کمی کے پیش نظر خاکسارے مضمون کیسا تھا حتی الامکان انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنی گزارشات کو بہتر انداز میں پیش کرنے کیلئے اس مضمون کو چاراہم حصوں میں تقسیم کیا ہے تاہم تشکیل پھر بھی باقی رہ جائیگی کہ دریا کو کوزے میں بند کرنا ممکن ہے۔ میری گزارشات میں آپکو بعض واقعات و ارشادات میں مماثلت یاد ہرائی محسوس ہو گی لیکن اسکی وجہ موضوعات کا آپس کا تعلق اور اسکی بہتر ادائیگی کی نسبت ہے۔

1. گھر اور معاشرہ کے قیام کی بنیاد اور مقاصد۔

آئیے سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گھر اور معاشرہ کیسے وجود میں آتا ہے؟ اسکے قیام کی بنیاد اور مقاصد کیا ہیں؟ دنیا میں انسان مختلف قسم کے رشتؤں کے بندھن میں بندھا ہوا ہے جو تمام خدا تعالیٰ کے قائم کرده ہیں۔ صرف ایک رشتہ خدا تعالیٰ نے انسان کی اپنی اور اسکے والدین یا عزیز و اقارب کی پسند ناپسند پر چھوڑا ہوا ہے۔ وہ ہے میاں بیوی کا رشتہ۔ جس طرح انسان دوسرے رشتؤں کا پاس رکھتا ہے اور اسے نباہتا ہے، اسے چاہئے کہ اس سے بڑھ کر اس رشتہ کا پاس، ادب اور لحاظر کے کیونکہ یہ اس کا اپنا انتخاب ہے۔

1.1. گھریلو زندگی کی عمارت کی بنیاد جیوں ساتھی کے درست انتخاب پر استوار ہوتی ہے۔ اور کامیاب زندگی کیلئے اس انتخاب کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اپنے شریک حیات کا انتخاب اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا جائے۔ ہمارے معاشرے میں اس انتخاب کے معاملے میں والدین پوری طرح ملوث ہوتے ہیں لہذا انہیں بھی چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو اسلامی تعلیم کے مطابق رکھیں۔ جیوں ساتھی کے انتخاب میں اپنے بچوں کی رضاو رغبت اور ہم کفو کے مطابق فیصلہ کریں۔ اُنی مرضی کے خلاف ان پر بے جوڑ فیصلہ مسلط کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے کہ ایسے فیصلوں کی بنیادیں پائیدار نہیں رہتیں اور حقیقی خوشی کا باعث نہیں بن سکتے۔

1.2. میاں بیوی کا بندھن ایک مضبوط بندھن ہے۔ یہ ایک معاهدہ ہے جس میں خدا کو گواہ ٹھہر اکر میاں بیوی ایک رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد اکائی بن جاتے ہیں۔ اور خدا سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہی وہ رشتہ اور جوڑ ہے جس سے آگے نسل انسانی چلتی ہے۔ اگر اس اکائی میں، اس جوڑے میں تقویٰ نہ ہو تو پھر آئندہ نسل اور معاشرے کے اعلیٰ اخلاق اور تقویٰ کی صفات نہیں، کیونکہ ایک سے دو اور دو سے چار بن کے ہی معاشرہ ہوتا ہے۔

1.3. اسلامی نکاح کی بھی حکمت ہے کہ مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے حکم اور معاهدہ کے مطابق میاں بیوی کے رشتہ میں بندھ کر ارشادات الہی پر عمل کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جب عہد کرتے ہیں تو پھر دونوں پر لازم ہے کہ ان رشتؤں میں مزید بہتری پیدا کرنے کیلئے ایک دوسرے کے جذبات اور رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔

1.4. حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "کسی عورت سے نکاح کرنے کی بنیاد چار بالوں پر ہی ہو سکتی ہے؛ اس کا مال، اس کا حسب نسب، اس کا حسن و جمال یا پھر اس کی دینداری اور اخلاق۔ لیکن تو دیندار عورت کو ترجیح دے۔ اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دیندار عورت حاصل

ہو۔۔۔ (بخاری۔۔۔ کتاب النکاح باب الالکفاء فی الدین)۔ دراصل آپ ﷺ نے یہاں آئندہ نسلوں کے دیندار ہونے کے ظاہری سامان کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اپنے گھر بیلوں ماحول کو پر سکون بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اگر ماں نیک اور دیندار ہو گی تو عموماً اولاد بھی نیک ہوتی ہے۔ اور نیک اور دیندار اولاد سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے جو انسان کو سکون پہنچا سکے۔

1.5. حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا تو سامان زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامان زیست نہیں۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب افضل النساء حدیث نمبر 1855)۔ یعنی اس دنیا کی زندگی گزارنے کے جو سامان ہیں اُس میں سے سب سے اچھا سامان ایک نیک عورت ہے۔

2. گھر بیلوں معاشرتی مسائل کیا ہیں، کیوں جنم لیتے ہیں اور انکی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟

دنیا کے ہر معاشرے میں عائلی مسائل موجود ہیں جو بعض اوقات گھروں کے ٹوٹنے کا سبب بنتے ہیں اور گھر بیلوں کا امن و سکون برپا کرتے ہیں۔ اس صورت حال کے بعض محركات تو ہر معاشرے میں مشترک ہوتے ہیں جبکہ بعض کی نوعیت مخصوص معاشرتی صورت حال کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ عائلی زندگی کے حوالے سے مغربی دنیا کا طرزِ زندگی مشرق سے بہت مختلف ہے۔ مغرب میں لوگوں کو کئی ایسے مسائل کا سامنا بھی ہے جن کا مشرق میں کوئی وجود نہیں۔ مثلاً مردوں عورت میں برابری کے غیر فطری نعروں نے اس معاشرے میں ایسی فضاقائم کر دی ہے جس کے نتیجہ میں شرم و حیا کا فقدان، جنسی بے راہ روی، بغیر شادی کے میاں بیوی کے طور پر اکٹھے رہنا اور گھروں کے ٹوٹنے کی شرح میں بے پناہ اضافہ جیسے مسائل اور پھر انکے تکمیل وہ بتائیں گے معاشرتی امن و سکون تباہ کر دیا ہے۔

روزمرہ گھر بیلوں میں میاں بیوی کو بیسوں قسم کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے جن میں ذرا سی بے احتیاطی اور نامناسب رہ عمل کے نتیجہ میں تباہ جنم لے کر گھر کی خوشیوں کو چاٹ جاتی ہیں۔ ان مسائل اور تباہیوں کی وجوہات عموماً ہماری اپنی پیدا کردہ ہوتی ہیں اور بیشتر اوقات انکے حل بھی ہمارے اپنے اختیار میں ہوتے ہیں۔ مگر ہم اس صورت حال کی طرف توجہ دینا نہیں چاہتے۔ آنکھیں چرالیتے ہیں اور کوتہ کی مانند سمجھتے ہیں کہ بلی چلی گئی جبکہ قصہ اس کے بر عکس ہوتا ہے۔ آئیں غور کریں کہ یہ کون سے مسائل ہیں اور انکی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟؟

2.1 - سب سے پہلے قول سدید اور تقویٰ کی کمی سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے موقع پر پانچ جگہ تقویٰ کا لفظ استعمال کر کے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ ہمارا ہر قول و فعل صرف اپنی ذات کے لئے نہ ہو بلکہ تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والا ہو۔ مگر بعض دفعہ گھروں اے لڑکی اور لڑکے کے صحیح حالات نہیں بتاتے یا ایسے غیر واضح اور ڈھکے چھپے الفاظ میں بتاتے ہیں کہ دوسرا فریق اس کو معمولی چیز سمجھتا ہے۔ نتیجاً بعد میں کئی مرتبہ بھی انک صورت حال سامنے آتی ہے۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ قول سدید سے کام لیں، جہاں رشتہ کر رہے ہیں پہلے ان کو بتائیں کہ ہم نے اپنے لڑکے یا لڑکی کو اس رشتے کے لئے مجبور کیا ہے تاکہ اگلا بھی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے۔ حالانکہ نکاح کے موقع پر ایجاد و قبول کے وقت تقویٰ اور قول سدید کے ضمن میں سورۃ الاحزاب کی آیات 71-72 پڑھی جاتی ہیں۔ ترجمہ: یعنی "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔" یہاں یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر مومن ہو تو تقویٰ سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ قول سدید پر قائم رہا اور گھروں میں ایسا جنت نظیر ماحول قائم کرو کہ غیر بھی تمہاری طرف کھنچے چلے آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ قول سدید یہ ہے کہ "وہ بات منہ پر لاو جو بالکل راست اور نہایت مقبولیت میں ہو۔ اور لغو اور فضول اور جھوٹ کا اس میں سر مودع خل نہ ہو۔" (براہین احمدیہ روحانی خواشن جلد 1 صفحہ 209-210 حاشیہ نمبر 11)۔

2.2 - ناپسند کی شادیاں: بعض اوقات مجبوری میں کی جانے والی شادیاں بعد میں تلخی پر منجھ ہوتی ہیں۔ بعض مرتبہ لڑکے اور لڑکیاں کہیں اور رشتہ کرنا چاہتے ہیں لیکن والدین کے اصرار پر شادی کر لیتے ہیں۔ پہلے سچ بولنے کی کسی میں جرأت نہیں ہوتی۔ پھر شادی کے بعد اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں کہ ماں باپ کی وجہ سے مجبوری تھی۔ اور پھر شادی کے بعد ایسی حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں جن کی وجہ سے آپس میں اعتماد کی کمی ہو جاتی ہے اور لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کئی مرتبہ ماں باپ کو پہلے سے علم بھی ہوتا ہے مگر وہ اس نیاں سے شادی کر دیتے ہیں کہ بعد میں معاملہ ٹھیک ہو جائے گا لیکن یہ ہوتا نہیں۔ نتیجتاً کسی ایک کی زندگی بر باد ہو جاتی ہے یا پھر کچھ عرصے کے بعد یہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

2.3 - بعض اوقات فریقین میں یا پھر میاں بیوی میں ان کی اپنی ذاتی انسانی مسائل کے پہاڑ کی طرح کھڑی ہو جاتی ہے جن میں الجھ کر اکثر اپنے گھر کی چھوٹی سی جنت کو جہنم بنادیتے ہیں۔ اور اس طرح جماعت کیلئے ثابت کردار کی جائے منفی تاثرات کا باعث بنتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ”جس کام کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ”میں خدا اور اسکی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کو دوبارہ قائم کرو۔“ لہذا ہمیں اپنا اور اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے تو نہیں؟ اپنی آناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ ہر لڑکے، لڑکی؟ مردو عورت اور ان کے والدین کو بھی لینا چاہئے کہ زیادتی دونوں طرف سے ہوتی ہے۔

2.4 - وقت برداشت کی کمی بھی بھی مسائل اور کشیدگی کی ایک اہم وجہ ہے۔ مردو عورت دونوں میں برداشت کا مادہ کم یا نہ ہونے کی وجہ سے بہت جلد ان رشتہوں میں رنجشیں اور درازیں پیدا ہوئی شروع ہو جاتی ہیں۔ دونوں طرف کے لوگ اگر اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور تقویٰ سے کام لیں تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں اور گھر شاد اور آبادر ہیں۔

2.5 - آنحضرت ﷺ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو دوسرے میں عیب نظر آتا ہے یا اس کی کوئی ادا پسند نہیں تو اس میں کئی بتیں ایسی بھی ہوں گی جو اچھی لگتی ہوں گی۔ ان پسندیدہ ہاتوں کو مد نظر رکھ کر ایثار و قربانی کا پہلو اختیار کر کے آپس میں پیار محبت اور صلح کی فضاضیدا کرنی چاہئے۔ آپ ﷺ کی بیویوں کی گواہی ہے کہ آپ ﷺ جیسا اعلیٰ اخلاق کے ساتھ بیویوں سے حسن سلوک کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ آپ ﷺ نے اپنے اُسوہ سے ثابت کیا ہے” (خطبہ جمعہ 22، 1 اگست 2008ء ممناہم جرمی)۔

2.6 - میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ سچائی کا دامن چھوڑنا اور کسی ایک کا یادوںوں کا جھوٹ اور غلط بیانی کی عادت میں متلا ہونا ہے جسکی وجہ سے شکوک و شبہات اور بد ظنی کا شکار ہو کر آپس کے جھگڑوں میں الجھ جاتے ہیں۔ اکثر ایک دوسرے پر سچ نہ بولنے کا شکوہ اور غلط بیانی کا الزام لگاتے ہیں۔ پھر سچ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے پھوپھو اثر پڑتا ہے اور پچھے بھی جھوٹ بولنے کی عادت میں متلا ہو جاتے ہیں۔ یہ سچائی ہی ہے جو میاں بیوی کے تعلقات میں اعتماد کی فضاضیدا کرتی ہے اور اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کر کے انہیں معاشرے کا ایک مفید وجود بنائی ہے۔

2.7 - سچائی ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ میں صرف ایک برائی چھوڑ سکتا ہوں مجھے بتائیں کہ میں کیا برائی چھوڑوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو اور ہمیشہ سچ بات کہنی ہے اور اس وجہ سے جب بھی اُس نے کسی برائی کا ارادہ کیا تو ایک ایک کر کے اس کی تمام برائیاں چھوٹ گئیں۔ (التقیر الکبیر امام رازی جلد نمبر 16 صفحہ 176 دارالكتب العلمية بیروت 2004ء)۔

2.8 - بعض گھروں میں بے چلنی اور کشیدگی عورتوں کی غیر ضروری خواہشات، مطالبات، صبر و حوصلہ کے فقدان اور قاعداً اور توکل علی اللہ کی کمی کے باعث جنم لیتی ہے۔ خاوند کی استطاعت کو دیکھنے بغیر بعض عورتیں اپنی سہیلیوں یا ہمسایوں سے مقابلہ میں بناسوچے سمجھے بے جا آخر اجات کر لیتی ہیں۔ پھر مزید تقاضے، مطالبے اور بے صبریاں بڑھ جاتی ہیں۔ گھر میں ہر وقت تو تکار رہتی ہے۔ بسا اوقات قرضوں کی نوبت اور نتیجتاً بے سکونی ان گھروں کو خراب کر دیتی ہے۔ کئی گھر اس وجہ سے اجڑ جاتے ہیں کہ مردان کی خواہشات پوری نہیں کر سکتے۔ اس صورت میں وہ گھر جو جنت کا گھوارہ اور جنت نظیر ہو ناچاہئے تھا ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے جہنم کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے پھوپھو کے ذہن اور انکی تعلیم و تربیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ غفلمند عورت وہی ہے جو

یہ سوچے کہ میں نے اپنا گھر بیوی چین اور سکون کیسے پانا ہے، اپنے گھر کو جنت نظر کس طرح بنانا ہے؟ اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

2.9 - مشاہدات سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ نیک اعمال کرنے، دین کو مقدم رکھنے اور اُس کی خاطر قربانی کرنے والیوں کی زندگیوں میں سکون اور اطمینان ہے وہ خوش و خرم رہتی ہیں۔ اُن کے بچے بھی نیکیوں پر قائم رہتے ہیں اور جماعت کے ساتھ منسلک ہیں جبکہ دنیادار عورتوں کے گھروں میں بے چینی، افراتفری اور بے سکونی ہے۔” (2 جون 2012ء جلسہ سالانہ جرمی خطاب لجنب)

2.10 - اس ضمن میں حضور انور نے 15 اپریل 2006ء جلسہ سالانہ آسٹریا میں عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ خاوند کے گھر کو کسی بھی قسم کا نقصان نہ ہو۔ نہ مادی اور نہ روحانی نقصان۔ پیسے کا بے جا استعمال نہ ہو کیونکہ یہ گھروں میں بے چینیاں پیدا کر دینے کا موجب ہے۔“

2.11 - اسی حوالے سے حضور انور نے 4 ستمبر 2004ء میں جلسہ سالانہ سو سائز لینڈ کے موقع پر گھر بیوی مسائل اور صبر و حوصلہ کے ضمن میں فرمایا کہ ”مومن کی یہ بھی نشانی ہے کہ مشکل حالات میں وہ صبر و حوصلہ کا دامن نہ چھوڑیں۔ حکمتِ عملی سے کام لیں۔ ورنہ والدین کی چڑچڑاہٹ اور جھگڑوں کے سبب بچے ایک عمر کے بعد گھر سے باہر سکون تلاش کرتے ہیں اور پھر ماں باپ کی تربیت سے بھی جاتے ہیں۔ ان میں برائیاں پیدا ہوئی شروع ہو جاتی ہیں اور جب والدین کو ہوش آتی ہے تو اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں بیوی کو کامل وفا کے ساتھ خاوند کا مدد گار ہونا چاہئے۔“

2.12 - ایک اور موقع پر حضور انور نے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: ”ایک دفعہ حضرت علیؑ گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمۃؓ سے کچھ کھانے کو مانگا۔ آپؑ نے بتایا کہ آج تیرا دن ہے گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم نے مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا کہ میں کوئی انتظام کر لیتا۔ آپؑ نے جواب دیا کہ میرے باپ ﷺ نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ یہ نہ ہو کہ میں سوال کروں اور آپ حالات کی وجہ سے میری خواہش نہ پوری کر سکیں اور اس وجہ سے آپ پر بوجھ پڑے یا قرض لے کر پورا کریں یا ویسے دل میں ایک پریشانی پیدا ہو کہ میں اس کی خواہش پوری نہیں کر سکا۔ یہ مثال ہر اس عورت کے لئے ایک مشعل راہ ہے جو خاوندوں سے ناجائز مطالبات کرتی ہیں۔“ (جلسہ سالانہ یوکے خطاب لجنب 28 جولائی 2007ء)۔

2.13 - مرد کے قوام اور عورتوں پر نگران ہونے کے متعلق بعض اوقات کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرآنؐ کریم سورۃ النساء آیت 35 میں فرماتا ہے ترجمہ: ”مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخششی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال ان پر خرچ کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے جب ایک مرد کو اس کی مخصوص صلاحیتوں کی وجہ سے گھر کا نگران مقرر فرمایا ہے تو اس کے کچھ قانونی اور اخلاقی تقاضے بھی ہیں جن کی پابندی اس کیلئے لازمی ہے۔ دراصل اس آیت کے ذریعہ ایک مرد کو حاکم نہیں بلکہ ایک ذمہ دار نگران ہے۔ قرآن و حدیث میں تاکیدی احکامات کے مطالعہ سے ایک خاوند کا جو نقشہ ابھرتا ہے وہ ایک شفیق، مہربان اور حسن ذمہ دار حافظ اور نگران کا ہے جسے برداشت اور حوصلہ سے کام لیتے ہوئے اپنی بیوی بچوں سے ہر حال میں نیک سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ مرد کو قوام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسکے اعصاب زیادہ مضبوط اور ان میں برداشت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا گھر میں اگر چھوٹی موٹی غلطیاں، کوتاہیاں ہو بھی جائیں تو اسے ان کو معاف کر دینا چاہئے۔ حضور انور فرماتے ہیں کہ آج کل ذرا ذرا سی بات پر عورت پر ہاتھ اٹھایا جاتا ہے حالانکہ جہاں عورت کو سزا دینے کی اجازت ہے وہاں بہت سی شر اٹھ بھی ہیں۔ شاید ہی کوئی احمدی عورت اس حد تک ہو کہ جہاں اس سزا کی ضرورت پڑے۔ اس لئے بہانے تلاش کرنے کی بجائے مرد اپنی ذمہ داریاں صحیحیں اور عورتوں کے حقوق ادا کریں۔

2.14 - قوام ہونے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ خاوند کا کام رعب ڈالنا ہی ہے۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام، حضرت مسیح موعودؑ، آپؑ کے صحابہ اور خلفاء احمدیت کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ قوام کا مطلب کیا ہے؟ پس جنت نظری معاشرہ کے قیام کے لئے خاوند کی بحیثیت قوام زیادہ ذمہ داری ٹھہرتی ہے اور اسے قربانی بھی زیادہ دینی پڑتی ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 387)۔ آپؑ مزید فرماتے ہیں ”سب سے زیادہ بھی نوع انسان

کے ساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے، مگر جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظلم اور شرارت کا بر تاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی محبت کا مصدق اس کی بیوی کوہی بنایا ہے۔
(ریویو آف ریلیجنز انگریزی، جلد 1 نمبر 5 صفحہ 179 تا 180)۔

2.15 - عورتوں کے حقوق کی حفاظت جیسی اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے نہیں کی۔ چنانچہ سورۃ البقرہ آیت 229 قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ: ”جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔“

3. ان مسائل سے کیسے بچیں اور کس طرح ان کا حل تلاش کریں؟

ابھی آپکے سامنے چند مسائل کا مختصر آذکر کیا گیا ہے جو گھر بیویوں معاشرتی زندگی میں عموماً رونما ہوتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کو ہم نے خود خوناک شکل میں اپنے اوپر مسلط کیا ہوا ہے اور یہ مسائل ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں، ان کے حل کا اختیار بھی ہماری اپنی ذات میں موجود ہے۔ ہر مسئلہ کا حل اسکے اپنے اندر مضمون ہے۔ سوال صرف ہماری توجہ، انکی نوعیت کو سمجھنا اور حل کرنے کی خواہش کا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں رکھی۔ پوری کائنات مسخر کرنے کیلئے کھول دی ہے۔ مختصر الفاظ میں کچھ حل اسلامی تعلیمات کی رو سے آپکے سامنے پیش کرتی ہوں۔

3.1 - شادی بیاہ کے تعلق میں معاهدہ کی رو سے عورت کے کچھ فرائض ہوتے ہیں مثلاً خاوند کی ضروریات کا خیال رکھنا، بچوں کی فائدہ اشت، گھر کے امور کی ادائیگی وغیرہ۔ اسی طرح مرد کے ذمہ بیوی بچوں کے نان نفقہ اور ان کی متفرق ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ہے اور دونوں میاں بیوی نے مل کر اپنے بچوں کی نیک تربیت کرنی ہے۔ لہذا میاں بیوی آپس میں جتنا زیادہ اس معاهدے کی پابندی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے اتنا ہی زیادہ حسین معاشرہ قائم ہو تاچلا جائے گا۔ (خطبہ جمعہ 19 دسمبر 2003، لندن)۔

3.2 - ایک انسان جب مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو یقیناً یہ خواہش بھی کرتا ہے کہ وہ خدا کو پالے کا اُس کا دین و دنیا سنور جائے۔ پس اگر خدا اور اُس کی رضا کو حاصل کرنا ہے تو پھر تقویٰ پر چلا انتہائی ضروری ہے اور تقویٰ یہی ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی براہی کو پیزار ہو کر ترک کرو، اور ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہوئے اختیار کرو۔

3.3 - قول سدید اور تقویٰ کی راہوں پر استقامت سے چلنا کہ بسا اوقات اس کے فقدان کی وجہ سے گھروں اور سرال کی بھی زیادتیاں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت 20 میں فرماتا ہے ”ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔“ لہذا جب شادی ہو گئی تواب تقاضا یہی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کریں، ایک دوسرے کو سمجھیں، اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔

3.4 - گھر بیویوں معاشرتی مسائل کو پیدا ہونے سے بچنے کیلئے فریقین کا اپنے غصہ پر قابو پانا اور پر دہ پوشی کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اسوقت ممکن ہے جب دل میں خوف خدا ہو۔ اللہ تعالیٰ لباس تقویٰ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سورۃ الاعراف آیت 27 میں فرماتا ہے۔ ”اے بنی آدم یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے اور رہا تقویٰ کا لباس، تو وہ سب سے بہترین ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کچھ ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ اسی ضمن میں سورۃ البقرہ آیت 188 میں ارشاد ہے۔ ”یعنی وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔“ یعنی مرد اور عورت ایک دوسرے کے رازدار بھی ہیں۔ یہ رازداری ہمیشہ رازداری ہی رہنی چاہئے۔ یہ نہیں کہ غصہ اور جھگڑے کی حالت میں ایک دوسرے کی غیر ضروری بالتوں کی تشہیر شروع کر دو۔ بقول شاعر:

ظفر آدمی اسے نہ جانے گا خواہ وہ کتنا ہی ہو صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

3.5 - بعض اوقات میاں بیوی کے گھر بیوی مسائل میں انکے اپنے دوست اور سہمیلوں کا بھی اہم کردار ہوتا ہے جنکی وجہ سے کئی مرتبہ معاملات کی نوعیت سنگین ہو جاتی ہے۔

جب میاں بیوی میں اعتماد کار شستہ ہو گا تو پھر بھڑکانے والا چاہے کتنا ہی قریبی اور با اثر کیوں نہ ہو، اس کو یہی جواب ملے گا کہ شائد آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اپنی بیوی یا اپنے خاوند کو زیادہ اچھی طرح جانتا یا جانتی ہوں۔ میاں بیوی کے تعلقات اگر آپس میں اچھے ہیں تو معاشرے میں بھی مردوں عورت کا ایک مقام بنا رہتا ہے۔ کسی کو انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ لہذا دونوں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ ایک دوسرے کے اعتماد کو تقویت پہنچائیں نہ کہ ٹھیک۔ اس طرح اچھے تعلقات کی بنا پر گھریلو زندگی کی راہیں خوشگوار ہوتی ہیں اور ہماری اپنی نسلوں کو بھی تحفظ ملتا ہے۔ ایک دوسرے کیلئے اپنی زبان، کان، آنکھ کا صحیح استعمال کریں اور نرمی و پیار سے پاک زبان استعمال کی جائے تو گھروں میں اس طرح کے مسائل کبھی بھی پیدا نہ ہوں۔

3.6 - موجودہ معاشرے میں جدت پسندی اور Freedom of expression کے شوق میں بعض میاں بیوی اپنی آپس کی باتیں ماں باپ کو بتاتے ہیں کئی مرتبہ ماں باپ خود بھی بچوں سے کرید کر باتیں پوچھتے ہیں۔ جو بعض دفعہ بد مزگیاں پیدا کرتی ہیں اور جھگڑوں کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے میاں بیوی اپنی باتیں دوسروں کو نہ بتائیں اور نہ ہی دوسروں کو پوچھنی اور سننی چاہئیں۔ اس نصیحت پر عمل کرنے سے بہت سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں۔
(خطبہ جمعہ 15 جولائی 2005)

3.7 - اسی طرح جھوٹی، بے معنی انا اور خود سری بھی معاشرے میں نفر تین پھیلانے کی باعث ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسے کہ قوت برداشت یک لخت مفقود ہو گئی ہے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کے پیش نظر ہر دوسرے کی پرده پوشی اختیار کرنی چاہئے۔

3.8 - مشاہدے سے یہ بھی ثابت ہے کہ والدین میں باہمی محبت اور پیار کے فقدان کی وجہ سے بچے منقی انداز میں متاثر ہوتے ہیں۔ جو گھر پیار، محبت اور یگانگی کی فضاء سے خالی ہیں ان کے بچے بلکہ مرد بھی اپنا زیادہ تروقت گھر سے باہر سکون کی ملاش میں گزارتے ہیں۔ لہذا والدین اپنی ذاتی اندازوں اور غیر ضروری خواہشات کو پس پشت ڈال کر اپنے گھر کو طہانیت، سکون اور خوشحالی کی آماجگاہ بنائیں اور اپنی نسلوں کو خلافت کے سایہ تلے پروان چڑھائیں۔ تاکہ حقیقی طور پر متقيوں کا امام اور اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ قرآن کریم سورۃ الطلاق آیت 3-4 میں ارشاد فرماتا ہے ”جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا خدا خود اسکے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیگا اور اسے ساری راحتوں کے سامان مہیا کریگا جس کا اسے خیال بھی نہیں ہو گا۔“

3.9 - توبہ و استغفار کیسا تھا یہ حدیث بھی ہمیں ذہن میں رکھنی چاہئے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے آگ دھکائی گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثریت عورتوں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کفر کا ارتکاب کرتی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا وہ اللہ کا انکار کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں وہ احسان فراموشی کی مر تکب ہوتی ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی سے ساری عمر احسان کرے اور پھر وہ تیری طرف سے کوئی بات خلاف طبیعت دیکھے تو کہتی ہے میں نے تیری طرف سے کبھی کوئی بھلانی نہیں دیکھی۔
(صحیح بخاری کتاب الایمان باب کفر ان الشیر و کفر دون کفر فیہ)

3.10 - بے شمار تمدنی، معاشرتی، مذہبی اور تربیتی مسائل اور الجھنوں کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کے نہایت واضح ارشادات ہیں کہ احمدی مسلمان صرف احمدیوں میں ہی رشتہ کریں۔ شروع میں مخصوص حالات کے پیش نظر غیر احمدی لڑکی سے شادی کی اجازت تھی لیکن بعد میں ان شادیوں کے نقصانات کی وجہ سے یہی ہدایت ہے کہ رشتہ احمدیوں میں ہی ہوں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح ایام فرماتے ہیں ”جماعت احمدیہ میں بہر حال یہ دیکھا جائے گا کہ لڑکی جہاں رشتہ کی خواہش رکھتی ہے وہ لڑکا بہر حال احمدی ہو۔ کیونکہ ان تمام باتوں کا مقصد پاک معاشرے کا قیام ہے۔ نیکیوں کو قائم کرنا اور نیک اولاد کا حصول ہے۔ اگر احمدی لڑکے احمدی لڑکیوں کو چھوڑ کر دوسروں سے شادیاں کریں گے تو معاشرے اور خاندان میں فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہو گا۔ نئی نسل کے دین سے ہٹنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے دین کا کفود دیکھنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح دنیا کا۔“

(الفضل ربوہ 12 اپریل 2005ء)

3.11 - ایک احمدی لڑکی کو بھی مذہب کا ہمیشہ یہ احساس ہونا چاہئے کہ میں احمدی ہوں اور اگر میں کہیں باہر رشتہ کرتی ہوں تو میری آنے والی نسل اور میرے مذہب میں بگاڑ بھی پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ دوسرے گھر میں اور ایک غیر مذہب میں جا کر میں ان کے زیر اثر آسکتی ہوں۔

(جلسہ سالانہ یوکے لجئے خطاب 28 جولائی 2007)

3.12 - آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے گھر یلو اتحاد اور خوشی کی حقیقی بنیاد عورت کے دین اور اس کے اخلاق پر قائم ہوتی ہے۔ بچپن میں اولاد کی تربیت مال کے سپرد ہوتی ہے کیونکہ بچہ زیادہ وقت مال کے ساتھ ہوتا ہے اور باب اپنے دیگر فرائض کی وجہ سے اولاد کی طرف زیادہ توجہ بھی نہیں دے سکتا۔ لہذا اولاد کی ابتدائی تربیت کی بڑی ذمہ داری بہر حال مال پر ہے۔ اگر مال نیک اور با اخلاق ہو تو وہ شروع سے ہی اپنے بچوں کی بنیاد اچھے اخلاق پر قائم کرتی ہے۔

3.13 - دائرہ اختیار میں دخل اندازی: اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسکی تعلیمات میں زندگی کے ہر شعبہ کیلئے راہنمائی موجود ہے۔ اسلام مرد اور عورت میں کسی غیر فطری برابری کا قائل نہیں بلکہ انکی اصناف کے تقاضوں کے مطابق انکے حقوق و فرائض معین کرتا اور طرزِ زندگی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ لہذا قانون فطرت کو سمجھتے ہوئے مردوں عورت ایک دوسرے کے دائرہ اختیار میں دخل اندازی کی جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صلاحیتوں کے مطابق اپنے فرائض انجام دیں تو یہی وہ واحد طریق ہے جس پر عمل کے تیجہ میں گھر یلو امن کے قیام میں مدد مل سکتی ہے۔

3.14 - اسلامی تعلیمات کا ہر حکم اپنی حکمت عملی کے ساتھ موجود ہے۔ مرد کو گھر کا گمراہ مقرر کئے جانے کی وجوہات بھی تو انہیں فطرت کے عین مطابق ہیں۔ مرد اور عورت کے فرائض کی نوعیت ان میں بعض مختلف قسم کی قوتیں اور صلاحیتوں کے پائے جانے کی وجہ سے ہے۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط قوی رکھنے کے ساتھ ساتھ مرد کی گھر یلو ذمہ داریاں اور فرائض بھی عورت سے زیادہ ہیں، اس سے اداگی حقوق کی زیادہ توقع کی جاتی ہے۔ صلاحیتوں اور عادات و خصائص کا یہ اختلاف ہر گز کوئی خامی یا تقصی نہیں۔ بقولِ شاعر:

گھاٹے رنگارنگ سے ہے زینتِ چن
اے ذوقِ اسِ چن کو زیب ہے اختلاف

3.15 - جب انسان سچے دل اور اپنے عمل سے تقویٰ کے معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے گھروں کو کبھی بر باد نہیں کرتا اور نہ ہی ایسے خاوندوں کی بیویاں ان کے لئے دکھ کا باعث بنتی ہیں اور نہ اولاد بدنامی کا موجب بنتی ہے اور انکا گھر جنت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ تاہم گھر یلو زندگی کے خوشگوار اور پر امن رہنے کا زیادہ تر انحصار اس امر پر ہے کہ گھر کا گمراہ کس حد تک اپنے فرائض اللہ اور رسول ﷺ کی ہدایات کے مطابق ادا کرتا ہے۔ لہذا گھر کے گمراہ کو جسمانی لحاظ سے نازک و کمزور شریکِ حیات کو اپنی ہتھیلی کے ایک آگینے کی طرح ساتھ لئے زندگی کا سفر جاری رکھنا ہو گا ہے۔ بقولِ شاعر:

تیرے ہاتھوں میں آگینے ہیں
اختیاط اے مسافر ہستی

3.16 - حضور انور نے جلسہ سالانہ برطانیہ 23 جولائی 2011ء کے موقع پر ایک سچا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک خاوند اور بیوی جھگڑا کر رہے تھے۔ ایک چھوٹی بچی ان کو بڑی جیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ان دونوں کو خیال آیا کہ ہم غلط کام کر رہے ہیں۔ اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے ویسے ہی بچی سے پوچھا کہ کیا تمہارے ماں باپ نہیں لڑتے یا ایک دوسرے سے سختی سے نہیں بولتے یا ناراض نہیں ہوتے؟ اُس نے کہا! اگر میرے باپ کو غصہ آتا ہے تو میری ماں خاموش ہو جاتی ہے اور ماں کو غصہ آتا ہے تو باپ خاموش ہو جاتا ہے۔ تو پھر ہمارے ہاں لڑائی آگے نہیں بڑھتی۔ اس طرح سے پچوں پر بھی یہ نیک اثر پڑتا ہے۔ ایک دوسرے کی برا ایسوں کو دیکھنے کے لئے آنکھیں بند رکھو اور ایک دوسرے کی اچھائیاں دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ آخر ہر شخص میں چاہے وہ عورت ہے یا مرد، اچھائیاں بھی ہوتی ہیں، برا ایساں بھی ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے اپنی زبان، کان، آنکھ کا صحیح استعمال اور نرم و پاک زبان استعمال کی جائے تو ہمارے گھروں میں کبھی بھی اس طرح کے مسائل پیدا نہ ہوں۔

17- حدیث ﷺ شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ عورت وہ اچھی ہے جس کی طرف دیکھنے سے دل خوش ہو۔ خاوند جب کام کاج سے تھکا ماندہ گھر آئے تو اگر بیوی صاف سترے لباس میں مسکراتے چہرے کے ساتھ اسے خوش آمدید کہتی ہے تو اسکی آدمی تھکان تو اسی پل دور ہو جاتی ہے اور انسان ایک سکون محسوس کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ آتے ہی گلہ شکوہ اور کام کی زیادتی کار و ناشرد ع ہو جائے۔ ایک بیوی کا فرض ہے کہ اپنے گھر کا ماحول ہر پہلو سے اس طرح بنائی رکھے کہ جس کے نتیجہ میں انسان گھر کے اندر آرام، سکون اور دلی تسلیم محسوس کرے اور اس کا خاوند جہاں بھی ہو، خواہش کرے کہ کب فارغ ہو کر گھر پہنچ جہاں ایک پیار کرنے والی ہستی اس کی منتظر ہے۔

4. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جنت نظیر گھر کا قیام:-

4.1- ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسکا گھر امن و سکون کا گھوارہ ہو۔ جہاں نفرتوں اور لڑائی جھگڑوں کی بجائے محبتوں کے پھول اور خوبصورت فضائیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوں۔ مگر دنیا میں ہر چیز حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ لہذا اس خواہش کی تکمیل کے لئے بھی کچھ قیمت کی ادائیگی ضروری ہے اور وہ ہے جذبات کی قربانی، صبر و حوصلہ، حسن ظن، حسن سلوک، حقوق کی ادائیگی اور فرائض کی بجا آوری کی۔

4.2- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے مکمل ضابطہ حیات کی صورت میں گھروں کو جنت نظیر بنانے اور خوش و خرم گھریلو و معاشرتی زندگی گزارنے کیلئے رہنمای اصول عطا فرمائے ہیں۔ جن کو مشغول راہ بننا کر ہم اپنے گھر اور معاشرے کو ہر لحاظ سے خوشحال اور جنت نظیر بناسکتے ہیں تاکہ گھر کا ہر فرد فخر سے یہ کہہ سکے کہ میرا گھر میری جنت ہے۔ اس کا عملی نمونہ آنحضرت ﷺ کی مبارک و پاکیزہ زندگی کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کی مثالیں صحابہ کرام اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپؐ کے خلفاء کرام کی زندگیوں میں بھی نظر آتی ہیں۔

4.3- ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سے بڑھ کر کوئی بھی نبی مکرم اور معظم نہیں۔ ایک مسلمان کیلئے آپ ﷺ کا عمل ہی قابل تقليد ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے جس میں قدم قدم پر ہمارے لئے پاکیزہ نمونے موجود ہیں۔ آپ ﷺ گھر کے کاموں میں ازواج مطہرات کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگالیتے تھے۔ بکریوں کا دودھ دھوتے بلکہ چوہہ میں آگ جلانے میں مدد فرماتے۔ رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو نہ جگاتے اور خود ہی کھانا تناول فرماتے۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں مدد فرماتے تھے۔ بچوں کو اٹھاتے، انہیں بہلاتے، بارش ہونے پر چارپائیاں اور بستر اندر کرنے میں مدد فرماتے تھے۔

4.4- کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کو اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کیلئے ایک مونس، غم خوار اور ہمدرد جیون ساتھی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کو اسوہ حسنة قرار دے کر فرمایا گیا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو آنحضرت ﷺ کی سنت کی اتباع کرو۔ آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبہ میں اسوہ حسنة ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں بہتر ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔“

آپ ﷺ کے حالات و واقعات ہمیں عالمی زندگی میں ایک جنت نظیر معاشرہ کے قیام کے لئے عملی نمونہ دکھاتے ہیں۔ پہلی وحی کے نزول پر جب آنحضرت ﷺ گھبر اہٹ کے عالم میں گھر آئے تو آپ ﷺ کی الہیہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے نہ صرف آپ ﷺ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور تسلی دی بلکہ سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لا سکیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے حسن معاشرت کے بارے میں انہوں نے جو گواہی دی وہ یہ تھی۔ ”خدا تعالیٰ کبھی آپ ﷺ کو ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتہ داروں سے حسن سلوک فرماتے ہیں، جو نیکیاں معدوم ہو پکی ہیں انہیں زندہ کرتے اور مہماں نواز ہیں، ضروریات حقہ میں امداد کرتے ہیں۔ (بخاری کتاب بدء الوجی)۔ یہ آپ ﷺ کی شریک حیات ہی تھیں جنہوں نے اپنا تمام مال و دولت آپ ﷺ کے قدموں میں نچاہور کر دی اور جانثاری اور فدا ایت کی عدمی انظیر مثال قائم فرمائی۔

4.5۔ مبلغین کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے۔ یہ لوگ تواقف زندگی ہوتے ہی ہیں ان کی بیویاں بھی ایک طرح سے وقف ہی ہوتی ہیں۔ وہ ان کیلئے گھر کا ماحول خوشنگوار رکھتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور دیگر مصروفیات کے بڑے حصے کا بوجھ خود اٹھا لیتی ہیں اور اپنے خاوندوں کو تبلیغی و تربیتی خدمات کے لئے فارغ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہی ان کا وقف ہے جس کا بدلہ خدا تعالیٰ کے حضور ہے۔

4.6۔ گھروں میں اسلام و علیکم کے رواج سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ سورۃ النور آیت 62 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں پر اللہ کی طرف سے بارکت پاکیزہ سلامتی کا تحفہ بھیجا کرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل کرو“۔ ایسے گھروں میں رہنے والے جب ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا تحفہ بھیجتے ہیں تو آپس کی محبوتوں میں اضافہ پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوتی ہے۔

4.7۔ ہر انسان میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض خامیاں بھی ضرور موجود ہوتی ہیں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”مُوْمَنٌ كَوْأَبْنِي مُوْمَنٌ بَيْوَى سے نفرت اور بعض نہیں رکھنا چاہئے اگر اس کی ایک بات اسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہو سکتی ہے۔“ (یعنی بیوی سے تعقیل اس کی خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے رکھنا چاہئے۔ (مسلم کتاب الزکاح)۔ انگریزی کا محاورہ ہے: Do Not Spy On Your Wife یعنی اگر خوشحال زندگی بسر کرنا چاہئے ہو تو اپنی بیوی کی کمزوری کی ٹوہ میں نہ لگر ہو۔ یہ محاورہ میاں بیوی دونوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی تجویز کی بری عادت سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

4.8۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے نفس کا محسوسہ کریں۔ اپنی اعتقادی اور ہر قسم کی چھوٹی عملی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں۔ خالص ہو کر اللہ کی عبادت اور عاجزی و انساری سے توبہ استغفار کے ساتھ دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بارہ قرآن کریم میں قیام نماز کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیاب مومنین کی یہی تشانی بتائی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سورۃ العنكبوت آیت 46 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”يَقِيَّنَ نَمَازَ بَيْ حَيَاةٍ أَوْ بِيَهُودَةِ بَاقِلَّٰوْنَ سَرَّ رُوكَتِيٰ ہے۔“

خلاصہ کلام

یہ کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ان مسائل، وجوہات اور اسلامی تعلیمات سے کماحتہ واقف ہونگے اور علم و ادراک بھی ضرور رکھتے ہونگے کہ کیسے ان مشکلات سے نبرداز ہو سکتے ہیں۔ بس تھوڑی سی توجہ اور ہمت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم خود نیک نیت کے ساتھ ارادہ کر لیں، اپنی کمر کس لیں تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمارے آگے آگے ہو گی انشاء اللہ!

کامیاب گھریلو دعائی زندگی گزارنے کیلئے دعاوں کی اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے تاکہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جو نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی نسلوں کی بھلانی کی فکر میں بھی رہتے ہیں اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے: ”رَبَّنَا هَبِّنَا مِنْ أَرْوَاحِنَا وَدُرِّيَّنَا قُرْرَةً أَعْيُنٍ وَّاجْعَنَّا لِلْمُمْتَقِيْنَ إِمَامًا“، (الفرقان: 75)

”اے اللہ ہمیں اپنے جیوں ساتھی اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرم اور ہمیں متینوں کا امام بننا“۔ یہ دعا ہر مرد و عورت کیلئے بہت اہم ہے کہ ایک دوسرے کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن معاشرت کی طرف بھی نظر رہے۔

اگر ہم نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے ہیں تو ہمارے گھر اور گرد کے ماحول کو بھی اپنے خوبصورت نظارے دکھارے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور اسلام کی پاکیزہ اور پر حکمت تعلیم کو سمجھنے اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء احمدیت کی توقعات کے مطابق اپنے فرائض کماحتہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے گھروں کو امن و سلامتی، پیار اور محبت کا گھوارہ اور جنت نظیر بنائے۔ آمین۔

تربیت اولاد میں والدین کا کردار

تقریر: محمد خالدہ اقبال صاحب، جلسہ مسلمانہ سوئٹزرلینڈ 2019

اسلام علیکم ورحمة اللہ اپیاری بہنو

مجھے آج اس مبارک موقع پر جو موضوع تقریر کرنے کے لئے دیا گیا ہے وہ ہے ”تربیت اولاد میں والدین کا کردار“
دنیا کے ہر ملک میں اور تمام قطعہ ارض میں، جہاں جہاں بھی انسان موجود ہے، والدین اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں، ان پر توجہ دیتے ہیں، لیکن ایک مسلمان کے لیے مغربی معاشرے میں یہ مضمون اس لیے بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے کہ یہاں ایک خاص رنگ میں آزادی ہے۔ بچوں پر نظر رکھنا والدین کی ایسی ذمہ داری ہے کہ جس کوٹھیک طرح سے ادا نہ کر سکنے کے نتیجے میں آئندہ آنے والی نسلوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی اکثریت یہ سوچ رکھتی ہے اور ان کو یہ توجہ ہے یا کم از کم فکر ہے کہ کس طرح اپنے بچوں کی تربیت کریں گے، وہ نیک انسان بنیں اور اسلام احمدیت کے ترقی میں احسن طریق پر اپنا کردار ادا کریں۔ خاکسار کو شش کرتی ہے کہ ان اہم عناصر کا ذکر کروں جو تربیت اولاد میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سب سے اہم اور بنیادی چیز دعا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ”تربیت اولاد“ کے موضوع پر ایک خطبہ جمعہ میں ہمیں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے بشرطیکہ مسلمان اس طرف توجہ دیتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہوں کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر بچوں کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تربیت کے مختلف دوروں میں سے جب بچہ گزرتا ہے تو اس کے لئے دعائیں بھی سکھائی ہیں اور تربیت کا طریق بھی بتایا ہے اور والدین کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگر ہم یہ دعائیں کرنے والے اور اس طریق کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے والے ہوں تو ہم ایک نیک نسل آگے بھیجنے والے بن سکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی تربیت کوئی آسان کام نہیں اور خاص طور پر اس زمانے میں جب قدم قدم پر شیطان کی پیدائی ہوئی دلچسپیاں مختلف رنگ میں ہمارے سامنے آ رہی ہیں تو یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب دعائیں اور طریق بتائے ہیں تو اس لیے کہ اگر ہم چاہیں تو خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی شیطان کے حملوں سے بچا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے مسلسل دعاؤں، اللہ تعالیٰ کی مدد اور محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔“ (خطبہ جمعہ 14 جولائی 2017)

قرآن کریم میں ایک جگہ ہمیں حضرت زکریا علیہ السلام کے ذریعے یہ دعا سکھائی۔

۱۴۳۷ هـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طَبِيْبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ (آل عمران: 39)

ترجمہ: ”اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے“

پس ہمیں اپنے رب کے حضور عاجزی سے دعائیں کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے نیک اولاد عطا فرمائے۔
والدین کا اپنانہ اور عمل بچوں کے کردار کی تشكیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تربیت اولاد کا طریق ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ نے بچوں پر کبھی سختی نہیں کی۔ لیکن ان کی تربیت میں کسی چھوٹے سے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ ایک مرتبہ بچپن کے زمانے میں حضرت مرازا بشیر احمد صاحب نے اپنے ساتھ والے بڑے کے سے کہا کہ ”دیکھو وہ نظام دین کا مکان ہے۔“ اس پر حضور نے بصیرت فرمائی

اور ٹوک دیا۔ فرمایا: ”میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے، اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔“ حضورؐ کبھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے چھیرا بھی کرتے تھے اور وہ اس طرح سے کہ کبھی کسی بچے کا پہنچ پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی خاموش رہے۔ یا بچہ لیتا ہوا ہے تو اس کا پاؤں پکڑ کر اس کے تلوے سہلانے لگے۔

بعض اوقات بچہ ضد میں آ جاتا ہے، ایسے موقع پر بعض والدین بچے کو مار پیٹ کر درست کرنا چاہتے ہیں اور اگر رورہا ہے تو اسے زبردستی چپ کرانا چاہتے ہیں۔ بعض ماں ایسے وقت میں بچے کو بے تحاشہ مار پیٹ کرنے لگتی ہیں یہ عدم تحمل اور بے صبری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضورؐ کا نمونہ ایسے موقع پر ہمارے سامنے ہے۔ لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کوئی تین برس کے تھے اور آدمی رات کے وقت رونے لگے اور روتے چلے گئے۔ حضورؐ بچے کو گود میں لیے بہلاتے رہے اور بچہ ہے کہ چپ ہونے میں نہیں آتا۔ بچے کی توجہ کو پھیرنے کے لیے حضورؐ نے فرمایا: ”دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے۔“ بچہ ذرا چپ ہوا اور پھر رونے اور چلانے لگا اور کہنا شروع کیا کہ ”اباتارے جانا“ اور حضورؐ اپنے آپ سے فرم رہے ہیں۔ ”یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکالی۔“ آخر بچہ تھک کر خاموش ہو گیا لیکن اس تمام عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی اور شکایت کا حضورؐ کے منہ سے نہ نکلا۔ پھر خلیفہ وقت حضرت مرزام سرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزؒ کی زندگی ان تمام نصائح کی عملی تصویر ہے جو آپؐ ہمیں خطبات یاد گیر موقع پر کرتے ہیں۔ آپؐ کے صاحبزادہ مرزازاد قاص احمد صاحب نے ہفت روزہ ”الحمد“ کی درخواست پر اپنی کچھ یادداشتیں قلم بند فرمائی تھی جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ ”حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزؒ کی ذاتی اور گھر یلو زندگی ان نصیحتوں کی عملی تصویر ہے جن کی تلقین حضور انور اپنے خطبات، ذیلی تنظیموں کے خطبات اور کلاسوں میں نوجوانوں کو فرماتے ہیں۔ اور یہ آج نہیں یا خلافت کے بعد سے ہی نہیں بلکہ جہاں تک میری یادداشت جاتی ہے حضور انور نے اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعلیل کرنے میں گزاری ہے۔“

حضور کی تربیت کے طریق بتاتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں کہ ”حضور انور کا جو وقت گھر میں گزرتا اس میں بھی زیادہ نمایاں پہلو نماز ہے۔ جو بھی کر رہے ہیں، ہمارے ساتھ جو بھی بات چل رہی ہے، جب نماز کا وقت ہو گیا تو اس پھر نماز ہو گی۔ ایک مرتبہ کراچی گئے۔ رات کو دیر سے پہنچ ہے۔ سوتے سوتے اور بھی دیر ہو گئی۔ صحیح کی نماز کے لیے معمولی سی دیر ہو گئی۔ یعنی ابھی وقت تھا مگر بہت کم رہ گیا تھا۔ حضور انور نے جس گھبر اہٹ اور پریشانی سے ہم سب کو نماز کے لئے اٹھایا وہ ذہن پر آج تک نقش ہے۔ حضور انور کا پورا وجود کا نپ رہا تھا کہ نماز کا وقت نکلنے والا ہے جلدی جلدی اٹھاتے جاتے اور نماز کی تیاری کرتے جاتے۔ یہ ہمارے بہت بچپن کی بات ہے اور اسی بچپن کے بھولپن میں میں نے کہہ دیا کہ ”ابھی وقت تو ہے ایسا بھی کیا ہو گیا؟“ یہ جملہ ایک بچے نے نادانی میں کہا تھا مگر اس روز اندازہ ہوا کہ عبادات کے معاملہ میں ذرا سی بھی ہلکی بات کو برداشت نہیں فرماتے۔ اس بات کو ناپسند فرمایا۔

صاحبزادہ مرزازاد قاص احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جب میں 2003ء میں انڈن ٹائم حاصل کرنے آیا تو مجھے روانہ کرتے وقت بھی سب سے زیادہ زور جس بات پر دیا وہ نماز کی باقاعدہ ادائیگی تھی۔ ہمیشہ یہی کہا اور اس وقت بھی یہی بات دھرا ای کے نماز پڑھتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ حفاظت بھی فرماتا رہے گا۔“

میاں بیوی کا آپس میں حسن سلوک بچوں پر ثابت انداز میں اثر کرتا ہے اور ان کی شخصیت کو اعتماد بخشتیا ہے۔ اگر بچوں کو کسی بات کی نصیحت کر رہے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے کے لیے برداشت اور احترام نہیں ہے، ایک دوسرے کا خیال نہیں رکھ رہے تو تمام نصائح بے فائدہ ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں نشیب و فراز آتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے مدد مانگیں اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں تو ہر مشکل اور امتحان سے انسان گزر سکتا ہے اور کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں بچوں کے ذہن میں نقش ہو رہی ہوتی ہیں، ہزاروں نصائح سے بہتر یہ عمل ہیں جو ہم

روزمرہ زندگی میں کرتے ہیں جو ان کی شخصیت کو بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پس تمام ادنیٰ خواہشات اور انااؤں کو ترک کر کے آپس میں بیار و محبت سے رہنے میں ہی گھر کا سکون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں بہت خوبصورت دعا سکھائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَذْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قَرَّةً أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان: 75)

ترجمہ: "کہ ہمارے رب! ہمیں اپنے حیوں ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کرو اور ہمیں متقيوں کا امام بنادے۔"

پس یہ دعا جہاں خود ہمیں تقویٰ پر قائم رکھے گی، ہماری اولاد کو بھی دنیا کے شر سے محفوظ رکھتے ہوئے تقویٰ پر چلائے گی۔ اور جن عورتوں کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کے خاوند دین سے رغبت نہیں رکھتے، نمازوں میں بے قاعدہ ہیں، ان کے حق میں بھی یہ دعا ہوگی۔ ہمارے دل سے نکلی ہوئی دعاوں کو اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے۔

فیملی لائف کو خوشنگوار بنانے میں سیر و تفریح بھی مثبت انداز میں اثر کرتی ہے اور بچوں کی تربیت بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہتی ہے۔ صاحبزادہ مرزا و قاص احمد صاحب اپنے بچپن کی سیر و تفریح کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ "حضور انور نے ہماری تربیت پر بڑی کڑی نظر رکھی اور کسی چھوٹی بات میں بھی تربیت کا پہلو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ ساتھ یہ بھی تھا کہ جب ممکن ہوتا ہمیں سیر کروانے بھی لے جاتے۔ اور سیر کے دوران توفیق کے مطابق بڑے کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے کھانے پینے اور تفریح کا سامان فرماتے۔ تاکہ سیر سے ہمارا دل خوش ہو، کبھی یہ نہیں ہوا کہ سیر و تفریح کے دوران بخل سے کام لیا ہو۔ فضول خرچی بھی نہیں کی مگر تفریح میں تفریح کا رنگ قائم رکھاتا کہ بچوں کو کھل کر کھلینے اور لطف اٹھانے کا موقع بھی ملے۔ سیر وغیرہ پر جاتے ہیں تو بچے کبھی ضد بھی کرتے ہیں اور والد بخششیت نگران اور سربراہ ہونے کے ناطے کبھی چڑھ بھی جاتا ہے مگر ایسے موقع پر بھی دیکھا ہے کہ حضور انور ہمیشہ بشاشت کو برقرار رکھتے اور ہمیں بیار سے سمجھا بھجاتے۔ یوں بات بھی سمجھ میں آ جاتی اور سیر و تفریح کا مزہ بھی خراب نہ ہوتا۔"

گھریلو مصروفیات میں سے وقت نکال کر بچوں کے لیے ٹائم نکالنا انتہائی ضروری ہے۔ ان معашروں میں کوئی نہیں پوچھے گا کہ آپ کا بچہ کہاں بیٹھا ہے کیا کر رہا ہے۔ بہر حال یہ ساری ذمہ داری والدین پر ہے بچ جب گھر میں آئے تو اسے بھرپور توجہ دیں کو شش کریں کہ کم از کم ایک ٹائم کھانہ سب اکٹھے کھائیں اور سب اپنے پورے دن کی روٹین بتائیں۔ والدین سب سے پہلے اپنے آپ سے شروع کریں گے آپ نے پورا دن کیا کیا اور پھر بچ بتائیں۔ اس سے آہستہ آہستہ بچوں کو عادت ہو جائے گی اور وہ خود بخود چلتے پھرتے بھی آپ سے مختلف باتیں شیئر کریں گے، ان کی پسند کی گیمیں کھلیں، ویک اینڈ پر بھی اکٹھے مل کر کھانا بنائیں، کوئی بھی ایسی سرگرمی جس میں پوری فیملی حصہ لے سکے۔ اس سے گھر کے ماحول میں ایک خوبصورتی آئے گی اور بہن بھائیوں کا بھی آپس میں تعلق اچھا ہو گا۔ بچوں سے ان کی عمر اور مزاج کے مطابق گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کروائیں تاکہ لڑکا ہو یا لڑکی شروع سے کام کرنے کی عادت پڑے اور ایک ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔ اپنے بچوں سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ایسا تعلق بنالیں تاکہ وہ آسانی کے ساتھ اپنی ذہنی الجھنوں کو آپ کے ساتھ شنیر کر سکے۔ اور جب وہ مسائل بتائیں گے تو ان کا حل ڈھونڈا جاسکتا ہے۔

یہاں پر ایک بات کرنا میں بہت ضروری سمجھتی ہوں۔ اپنے بچوں کی سہیلیوں یا دوستوں پر نظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ بھی ہمیں شفقت کا سلوک رکھنا چاہیے ان کی مااؤں کے ساتھ بھی دوستانہ تعلق رکھیں۔ اب یہاں جو پاکستان سے آئی ہوئی ماکیں ہیں اور ملک کی زبان پر عبور نہیں رکھتیں وہ جھجک محسوس نہ کریں کہ ہم ٹھیک طرح سے بات نہیں کر سکتے۔ خلوص سے کیا گیا کوئی بھی عمل رایگاں نہیں جاتا۔ اگر ہم ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھیں گے تو وہ مثبت انداز میں اپنے بچوں کو سمجھائیں گے کیونکہ ان کے بچے بھی گھروں میں سوال کرتے ہوں گے کہ یہ مسلمان سور کا گوشت کیوں نہیں کھاتے یادو پڑھ کیوں

لیتے ہیں۔ تو اگر ہم ان سے رابطہ میں رہیں گے اور تھوڑی بے تکلفی ہو تو وہ ماں ہم سے اس بارے میں ضرور سوال کریں گی اور پھر اپنے بچوں کو بھی سمجھا سکتی ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ ہم اپنے دینی علم کو بڑھائیں ہم میں سے اکثر پیدائشی احمدی ہیں اور پاکستان میں پروشر پانے کے نتیجہ میں اسلامی روایات ہمارے اندر رچی بھی ہوئی ہیں اور وہاں شاید کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسلام میں جو مختلف احکامات ہے ان کی کوئی نہ کوئی وجہ ہے اور ہمارے فائدہ کے لئے ہیں۔ اب ہم نے ان وجوہات کو خود سمجھ کر بچوں کو سمجھانا ہے تاکہ ہمارے بچوں کے اندر اپنے مذہب کے بارے میں ایک اعتماد پیدا ہو۔

حال ہی میں ایک اے پر بچوں کے لیے ایک پروگرام شروع ہوا ہے بچوں کی دنیا اس میں نہایت عمدہ طریقہ اور Logic کے ساتھ بچوں کے مختلف سوالوں کے جواب دیے جاتے ہیں جو کہ ناصرات اور اطفال کے لئے نہایت مفید ہیں۔ پھر بچوں کے تعلیمی اداروں کی مختلف سرگرمیاں جو کہ ہمارے مذہبی عقائد کے خلاف نہ ہوان میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔ اس سے ہمیں اس ماحول کا اندازہ ہوتا ہے جس میں ہمارے بچے رہے ہیں کیونکہ ہم گھر میں ان کو وجود دین اقدار سکھا رہی ہیں باہر کا ماحول بالکل اس کے بر عکس ہے۔ اسلام ہرگز اپنی الگ دنیا بسانے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اس مغربی ماحول میں Integrate ہوتے ہوئے اپنے بچوں کو یہ باور کرتا ہے کہ اسلام کی تعلیم صرف پہلے زمانے کے لئے نہیں تھی بلکہ ہر زمانے اور زندگی کے ہر پہلو کی ہمیں اس میں رہنمائی ملتی ہے۔ بشرطیکہ ہم سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ پھر مختلف اخلاق ہیں جو انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ابن اولاد کی عزت کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ“ (سنن ابن ماجہ)

یہ بہت اہم ہے کہ اپنی اولاد کی عزت کریں اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھیں۔ اگر وہ کوئی غلطی کرتا ہے تو سب کے سامنے اسے نہ ڈالنیں بلکہ الگ میں پیار سے سمجھائیں۔ جب ہم ان کی عزت کریں گے تو وہ بھی دوسروں کی عزت کرنا سمجھائیں گے۔

اب ان سب اخلاقیات جن میں جھوٹ سے اجتناب، نرم اور پاک زبان کا استعمال، صبر و تحمل، چغل خوری نہ کرنا اور انسانیت کا احترام، کسی کو بھی حقیر نہ سمجھنا، وغیرہ کو پہلے ہمیں خود سمجھنا ہو گا۔ اگر ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ ہم کس حد تک ان کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ بچوں کی تربیت کے ساتھ ہماری اپنی تربیت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اگر بچوں کو جھوٹ بولنے سے منع کرنا ہے تو پہلے خود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمیں سچائی کو ہر حال میں اپنانا ہو گا، کیونکہ جھوٹ اکثر برائیوں کی جڑ ہے۔ پھر نرم اور پاک زبان کا استعمال ہے، اپنے لمحے کو ہر حال میں نرم رکھیں لیکن بعض دفعہ نرم لمحے میں ہی انسان ایسی بات کر دیتا ہے جو دوسروں کے لئے بہت تکلیف کا باعث ہوتی ہے، پس ایک احمدی نے دوسرے انسانوں کے لئے تکلیف کا باعث نہیں بننا۔

اصل میں مختلف اخلاقی برائیوں سے بچنے کے لئے معرفت الہی کی ضرورت ہے جس کو پہلے ہم نے خود سمجھنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مد مانگتے ہوئے بچوں میں پیدا کرنی ہے۔ دیکھیں اگر انسان کو یہ لیکن ہو جائے کہ میرا ایک زندہ قادر خدا موجود ہے جو مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے۔ پھر ہم بعض دفعہ یہ غلطی کرتے ہیں کہ بچوں کے سامنے نظام جماعت یا عہدیدار ان کے خلاف کوئی بات کر جاتے ہیں یا پھر خاندانی مسئلہ ڈسکس کرتے ہیں۔ یہ بات بچوں کے اخلاق کو متاثر کرتی ہے اور ان کے نازک ذہن پر منفی اثر چھوڑتی ہے۔ بلکہ اس کی بجائے بچوں کو وقار فوتی سمجھائیں کہ ہر کسی کا اپنے خدا کے ساتھ ذاتی معاملہ ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی کے ایمان کا فیصلہ کریں۔

جب ہم اخلاقیات کی بات کرتے ہیں تو شرم و حیا انسان کے کردار کو اچھا بنانے میں بہت اہمیت کی حامل ہے یہ مرد کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی عورت کے لئے۔ اسلام کی بہت ہی پیاری تعلیم ہے، حیا کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کو دیا ہے اور دونوں اس کے آگے جواب دہیں۔ قرآن کریم میں جہاں مرد اور عورت کو نگاہیں پنجی رکھنے کا حکم ہے وہاں عورت کو ظاہری طور پر بھی اپنے جسم کو ڈھانپنے اور پردہ کا حکم ہے تاکہ معاشرہ

کی بد نظر وں سے محفوظ رہے۔ شروع سے بچوں کے مناسب ڈریں کوڑ کی طرف توجہ رکھیں۔ انسانی نفیات ہے کہ اس کی ظاہری حالت کا باطن پر اثر پڑتا ہے، جب ہم ایک مناسب لباس میں ہوئے اور باہر نکلتے ہوئے مناسب طور پر اپنے جسم اور چہرے کو ڈھانپا ہو گا تو ہمارے ذہن میں رہے گا کہ احمدی مسلمان عورت ہونے کے ناطے ہمارے کیافر انضیل ہیں اور انشاء اللہ اس معاشرے کی برائیوں سے محفوظ رہیں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پردوہ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "میں یہ نہیں کہتا کہ گھٹ کر بیٹھ جاؤ اور کہیں ایسی frustation پیدا نہ ہو جائے کہ اپنے جذبات کو نکال نہ سکو۔ لیکن ان کی ایک Limit ہونی چاہیے۔ اس کے اندر رہو اور جو مرضی کرو۔ حیا کی حفاظت کرو۔ حیا ہمیشہ عورت کی عزت بڑھاتی ہے۔ عیسائی عورت میں بھی پہلے حیادار ہوتی تھی لباس بھی ان کے لمبے ہوتے تھے جو ان میں خاندانی ہوتی تھی ان کے لباس اور بھی اپنے ہوتے تھے بازو لگے ہوئے، سکارف پہننے ہوئے۔ یہ تو آہستہ آہستہ عورت کی آزادی ہوئی ہے بلکہ انگلینڈ میں ایک عیسائی عورت نے آرٹیکل لکھا ہے کہ یہ مرد جو کہتے ہیں کہ عورت کو آزادی دو اور ان کے جو چاہیں پر دے اتار دو، ان کے لباس ننگے کر دو، اصل میں یہ مرد عورت کی آزادی نہیں چاہتے بلکہ ان کی اپنی جو خواہشات ہیں ان کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور اسی عورت نے لکھا ہے کہ عورت ان مردوں کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتی ہے۔ اس لئے عورت کی اپنی ایک sanctity ہے بہر حال ایک احمدی عورت کو بڑا chastel ہونا چاہیے۔ اس کا نخیل رکھو۔"

(کلاس و افتات نو کینیڈ 11 جولائی 2012ء۔ مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 28 ستمبر 2012ء)

پس یہ ماوں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچیوں کو پیار سے سمجھاتی رہیں، کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اندر اعتماد پیدا کریں کہ ہم جو کر رہی ہیں وہ اپنے پیارے خدا کی رضا کے لئے کر رہے ہیں بچوں کو یہ سمجھائیں کہ جو ملکی قانون ہے، اس کی ہم کیسے حفاظت کرتے ہیں۔ سڑک پر کہیں اگر کیسرہ لگا ہو تو خود بخود پاؤں بریک پر جائیں گے کیونکہ ہمیں جرمانہ کا ڈر ہوتا ہے اس طرح کلاس روم کے Rules ہوتے ہیں کہیں بھی نوکری کرنی ہو تو ایک معاهدہ ہوتا ہے کچھ شرائط ہوتی ہیں اسی طرح ہمارا خدا کے ساتھ ایک معاهدہ ہے جن کی شرائط کو ماننے میں ہمارا فائدہ ہے۔ جب انسان حیا کے راستے پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے حصار میں لے کر مختلف قسم کی معاشرتی برائیوں سے محفوظ رکھنے میں مدد گار ہو گا۔

پھر بہترین تربیت کے لئے ایک نعمت جو اس وقت ہمیں میرے اور جس کی طرف ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ہمیں توجہ دلاتے رہتے ہیں وہ صحبت صالحین ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک اور بد کی مثال ایسے ہی ہے کہ مثلاً انسان ایک بھٹی کے پاس جا کر بیٹھے تو وہ اسے کچھ بھی نہ لے تو را کہ ضرور اس کے اوپر پڑے گی۔ اگر کسی خوشبودار والے کے پاس جائے گا تو کچھ بھی نہ لے تو خوشبو ضرور سو گھنے گا اور صحبت انسان کو اچھا اور برا بنا نے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ آج جو ہمیں سب سے بڑی صحبت اللہ تعالیٰ نے میرے اے کے ذریعہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح کی صحبت ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ کا ایک واقعہ ہے ”مٹی سے کسی نے پوچھا، کہ تیرے سے یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو اس مٹی نے آگے سے جواب دیا کہ میرے اوپر ایک وقت میں گلاب کا ایک پودا خاتوہ گلاب کا جواہر ہے وہ میرے اندر آیا ہے“ تو اگر ہم اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو خلافت احمدیہ سے جوڑ دیں گے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد اور وہ تمام اخلاق جو کہ ایک اچھا انسان بننے میں مدد گار ہوں گے ان کو اپنانے کے ہمراجائیں گے۔

اگر ہم واقعی چاہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کا خلافت سے مضبوط تعلق ہو تو ہمیں اپنا جائزہ لینا ہو گا کہ ہمارا تعلق خلافت سے کتنا گہرا ہے۔ اگر والدین خود گھر میں خلافت کے ساتھ مجتہ کرنے والے ہیں خطبہ جمعہ، حضور کی کلاس اور دیگر پروگرام دلچسپی کے ساتھ دیکھتے ہیں اور بچوں کو ساتھ بٹھا کر ان کی عمر کے مطابق بتاتے ہیں کہ حضور کیافر مارہے ہیں اور باقاعدگی سے حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھتے ہیں اور بچوں سے لکھواتے ہیں۔ تو یہاں سے بچہ کا خلافت

سے تعلق بنانشروع ہو جاتا ہے اس کے برعکس ہم خود خطبہ یادگیر پروگرام سنیں یا نہ سنیں، بچے کو تلقین کرتے رہیں تو یہ ممکن نہیں کہ بچہ کا خلافت سے تعلق مضبوط ہو جائے، پھر بچہ جب تھوڑی بڑی عمر کا ہو تو غلیفہ وقت کے ساتھ یادگیر لوگوں کے واقعات کہانیوں کی صورت میں بتانی چاہیے اور ساتھ ساتھ قبولیت دعا کے مختلف ایمان افروز واقعات بتا کر بچے کے دل میں خلیفہ وقت کی محبت ڈالی جائے کہ یہ وجود ہے جو آج اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رنگ میں رنگین کر کے پیش کیا ہے میرے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے تو اس کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ اگر اس وجود کے ساتھ محبت ہوگی تو خدا کی معرفت اور محبت بھی مل جائے گی بس والدین کی دلچسپیاں والدین کے تعلقات اور محبتیں بچوں میں منتقل ہو جائیں۔

پس کو ششوں اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بندھن میں اپنے آپ کو جکڑتے ہوئے وہ دعاؤں کے بند تعمیر کریں جو نظر تو نہیں آتے مگر دنیا کی بڑی طاقتون کو بھی لپیٹ سکتے ہیں۔ اور ان کے دائرہ سے نکل کر باہر جانے کی کسی کو استعداد نصیب نہیں ہو سکتی۔ ان سے جکڑ کر اپنی اولاد کو سچ راستے پر قائم کریں یہ ان کی حفاظت کے بہترین سامان ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان باتوں کو حقیقی طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طاقت بخشے کہ ہم اپنی اولاد کی اس رنگ میں تربیت کر سکیں کہ وہ آئندہ آنے والی ان ذمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل ہو سکیں جو ان پر پڑنے والی ہے۔

آمین۔